رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵۰

تار کا پتہ الفضل قادیان

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔ عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

THE ALFAZL QADIAN

اخبار الفضل قادیان

ہفتہ میں تین بار

فی پرچہ ۱/۲ آنہ

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت پیشگی سالانہ ۱۲ روپیہ ششماہی ۷ روپیہ سہ ماہی ۴ روپیہ ترسیل زر بخدمت منیجر الفضل

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا۔

جلد ۱۵	مطابق ۹ ذوالحجہ ۱۳۴۶ھ	یوم شنبہ	مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۲۸ء	نمبر ۹۴

۱۷ جون ۱۹۲۸ء کے جلسہ میں بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں!

خدا کے فضل سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ کے اظہار کیلئے ۱۷ جون ۱۹۲۸ء کو ہر مقام پر جلسے کرنے کی تحریک کو ہر جگہ قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اور اچھے اچھے معززین اس کو کامیاب بنانے اور اس میں سرگرم حصہ لینے پر آمادگی ظاہر کر رہے ہیں۔ لیکن چونکہ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس لئے ہم پورے زور اور خاص تاکید کیسا تھ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں ان لوگوں کو دن رات ایک کر دینا چاہیئے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور الفت کا دم بھرتے ہیں۔ اور ہر قسم کی محنت اور مشقت برداشت کر کے پورا پورا انتظام کرنا چاہیئے۔

بعض لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ ڈالا جا رہا ہے۔ کہ اس جلسہ سے احمدیوں کی کوئی ذاتی غرض وابستہ ہے۔ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات کی دنیا میں عزت و توقیر قائم کرنا اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھتے ہیں۔ اس کا نام اگر ذاتی غرض ہے۔ تو اس سے ہمیں انکار نہیں۔ لیکن اگر اس سے مراد مسلمانوں کو کسی قسم کا دھوکا دینا یا کوئی نفسانی غرض پورا کرنا ہے۔ تو ہم خدائے واحد کو حاضر سمجھکر اعلان کرتے ہیں۔ کہ یہ بالکل غلط اور محض افترا ہے۔ اور اس سے ہماری ذاتی غرض ہو بھی کیا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو لوگ اس قسم کا شبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی یہ نہیں بتا سکتے۔ کہ ان کے نزدیک ہم اس تحریک سے کیا ذاتی نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ تمام مسلمانوں کا مشترکہ کام ہے۔ اور سب کو اس میں حصہ لینا چاہیئے۔

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اچھی ہے۔

نہایت رنج اور افسوس سے لکھا جاتا ہے۔ کہ مولوی عبدالسلام صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی اہلیہ صاحبہ آج (۲۶ مئی) صبح سات بجے انتقال کر گئیں۔ مرحومہ کی صحت تقریباً دو ہفتہ سے زیادہ خراب تھی۔ مگر دو تین روز سے افاقہ محسوس کیا جا رہا تھا۔ کہ آج صبح اچانک غشی طاری ہو ئی۔ اور دل کی حرکت بند ہو جانے سے موت واقع ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہمیں اس صدمہ میں خاندان حضرت خلیفۃ المسیح اول اور چوہدری ابوالہاشم صاحب کے خاندان سے گہری ہمدردی ہے۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے۔ مرحومہ کا جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے پڑھا اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئیں۔ مرحومہ نے اپنی یادگار میں دو لڑکے چھوڑے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کو لمبی عمر عطا کرے۔

ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے خاکی کی اہلیہ صاحبہ نے لاہور میں انتقال کیا۔ جنازہ یہاں لایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے [illegible]

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا مکتوب گرامی

مولوی محمد علی صاحب کے متعلق الفضل کے مضمون پر

مکرمی ایڈیٹر صاحب الفضل!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا ایک مضمون الفضل مطبوعہ ۲۵ مئی ۱۹۲۸ء میں میری نظر سے گذرا ہے۔ اس میں آپ نے مولوی محمد علی صاحب کے ایک خطبہ کا رد کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ مضمون کافی نہیں۔ اس میں آپ نے صرف اس خیال کو باطل کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو مولوی محمد علی صاحب نے دانستہ یا نادانستہ پیدا کرنا چاہا ہے۔ اور وہ یہ کہ گویا کسی تازہ کتاب میں میں نے یا میری طرف سے کسی نے یہ خیال پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ جو مجھ پر سچے الزام بھی لگائیں گے وہ تباہ کئے جائیں گے۔ اور ان کی تحریر کا ماحصل یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا بعض مفسدوں کے اعتراض دور کرنے کیلئے میں نے ایسی ایک خواب گھڑ لی ہے۔ جس میں لوگوں کو اس قسم کے اعتراضات سے ڈرایا ہے۔ جو شخص بھی مولوی صاحب کا مضمون تعصب سے خالی ہو کر پڑھیگا۔ وہ آپ کے اس نتیجہ سے اتفاق کریگا۔ اور ان کے اس ردیہ کو قابل الزام سمجھیگا۔ لیکن اس امر پر بحث کرنے کے علاوہ جو مولوی صاحب نے پیدا کرنا چاہا آپکو یہ بھی چاہیے تھا۔ کہ میری جس خواب کی طرف انہوں نے اشارہ کیا تھا۔ اور جس کے متعلق وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ کہ گویا آجکل الزامات سے بچنے کیلئے بنائی گئی ہے۔ اس خواب کو بھی نکالکر اس پر بھی بحث کرتے تا لوگوں کو مغالطہ دینے کا انکو موقع نہ ملتا۔ گو اس میں کوئی شک نہیں کہ مولوی صاحب نے جو یہ بتانا چاہا ہے۔ کہ گویا خلافت کے چودہ سال بعد کی یہ خواب ہے۔ یہ ان کی طرف سے ایک تدبیر جنگ ہے۔ لیکن اس میں بھی تو کوئی شبہ نہیں کہ اس قسم کی میری ایک خواب چھپ چکی ہے۔ اور پھر ساتھ ہی اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس پر جو اعتراض کرنا اور وہ نتیجہ نکالنا جو مولوی صاحب نے نکالا ہے۔ وہ بھی مولوی صاحب کا ہی خاصہ ہے۔

میری خواب یہ ہے کہ کوئی شخص خلافت پر اعتراض کرتا ہے۔ اور میں اسے کہتا ہوں۔ کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے بتایا ہے۔ کہ اگر کوئی مجھ پر سچے اعتراض بھی کریگا۔ تو اس سے مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے مجھے جس مقام پر کھڑا کیا ہے۔ وہ اس کی حفاظت بھی کرے گا۔ یہ میری خواب کا مفہوم ہے۔ مولوی صاحب کو اس پر اعتراض ہے اور وہ اسے پیر پرستی قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ خواب کے الفاظ پر غور نہیں کرتے۔ خواب میں صاف لکھا ہے۔ کہ بعض لوگ خلافت پر اعتراض کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ مجھ پر ذاتی طور پر۔ پس اگلا فقرہ بھی خلافت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ یعنی مجھ پر ایسے اعتراض کرنے جو خلافت کے کام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ دنیا کے تمام فیصلے ایک حد تک چلتے ہیں۔ آگے پھر ان کو تسلیم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ دنیاوی گورنمنٹ ایک ہائی کورٹ بناتی ہے ہائی کورٹ کا فیصلہ بھی غلط ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس فیصلہ پر ہی نکتہ چینی کرتا چلا جائے۔ تو چونکہ اس کے اوپر اور کوئی عدالت نہیں ہے۔ اس سے بے چینی پیدا ہونے اور ملک کا امن برباد ہونیکا ڈر ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی فیصلہ کریں تو پھر اسے بخوشی خاطر تسلیم کر لینا چاہیئے۔ حالانکہ دوسری طرف خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ میں ایک شخص کے حق میں فیصلہ دیدوں اور اسے حق نہ پہنچتا ہو۔ تو میرے فیصلہ کی وجہ سے وہ اس کا حق نہ ہو جائیگا اگر وہ دوسرے کا حق دبائیگا۔ تو آگ اس کا حصہ ہوگی۔ پس جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ قضایا میں یہ بات ممکن ہے کہ ایک شخص لسان وھوکا دیجائے۔ اور دوسری طرف قرآن کریم یہ فرماتا ہے۔ کہ سب فیصلوں کو جب وہ رسول تک پہنچ جائیں قبول کر لینا چاہیئے تو اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جماعت کو نظام کے ماتحت لانے اور تفرقہ سے بچانے کیلئے اللہ تعالےٰ نے یہ ایک قانون مقرر فرمایا ہے اور حق بھی یہی ہے۔ کہ جو شخص یہ کہے کہ میرا حق نہیں دلایا گیا۔ وہ بھی تو غلطی کر سکتا ہے۔ پس جب وہ بھی غلطی کر سکتا ہے جس طرح قاضی کر سکتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ قاضی کے فیصلہ کو ترجیح نہ دی جائے۔ اور مقامی فساد اور تفرقہ کو دور نہ کیا جائے۔ اسی رنگ میں اللہ تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ چونکہ میں نے تجھے خلیفہ بنایا ہے۔ اس لئے جو شخص تجھ پر اعتراض کریگا۔ ایسے رنگ میں کہ خلافت اور نظام کو نقصان پہنچے۔ میں اسے پکڑوں گا۔ اور سزا دوں گا کیونکہ وہ اپنی رائے کو جو خود غلطی کا احتمال رکھتی ہے۔ بار بار پیش کرنے سے باز نہیں آتا۔ اور جماعت میں فتنہ اور فساد ڈالتا ہے۔

یہ ہے میری خواب اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ عقل کی آنکھوں کا اندھا ہی اس کے اصل مفہوم پر اعتراض کر سکتا ہے اور جو مفہوم مولوی صاحب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ صرف آپکے بغض اور کینہ کی وجہ سے ہے۔ جو روز بروز ان کامیابیوں اور آسمانی نصرتوں کی وجہ سے جو مجھے حاصل ہیں۔ ان کے دلمیں پیدا ہو رہا ہے۔ اور بڑھتا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس آگ سے انہیں بچائے۔ اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بات کو قبول کر کے پھر ہمارے پاس آکر بیٹھ جائیں۔ اور اس قسم کے ناجائز اور ناواجب حملے کر کے اپنے ایمان اور اپنے اخلاص کو نقصان نہ پہنچائیں۔

خاکسار مرزا محمود احمد

مکرر یہ کہ بہتر ہو کہ میری خواب اور اس سے پہلے اور بعد کی کچھ عبارت اخبار میں شائع کر دیں۔ تا کہ واضح ہو جائے۔ کہ اس خواب کا وہی مفہوم ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔ نہ وہ جو مولوی صاحب بتانا چاہتے ہیں۔

مرزا محمود احمد

حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک پرانی خواب

اور اس کا سیاق و سباق

مولوی محمد علی صاحب نے جس کتاب کے متعلق یہ کہکر کہ "ایک کتاب کے اندر جو قادیان سے نکلی ہے" یہ ظاہر کیا۔ کہ گویا اب شائع ہوئی ہے۔ وہ سورۃ النور کی تفسیر فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ہے۔ جو سنہ ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی۔ اور ۲۶ فروری سنہ ۱۹۲۱ء کو وہ حصہ درس بیان کیا گیا جس میں مولوی صاحب کی اب پیش کردہ خواب کا ذکر ہے۔ درس کا وہ حصہ ناظرین کی واقفیت کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

حضور نے آیت استخلاف کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مسئلہ خلافت کے متعلق فرمایا۔

"خوب یاد رکھو۔ کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا۔ اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا۔ لیکن اگر تم اس کی حقیقت کو سمجھے رہوگے۔ اور اسے قائم رکھوگے۔ تو پھر اگر ساری دنیا ملکر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہیگی۔ تو نہیں کر سکیگی اور تمہارے مقابلہ میں بالکل ناکام و نامراد رہیگی۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ اسفندیار ایسا تھا کہ اس پر تیر اثر نہ کرتا تھا۔ تمہارے لئے ایسی حالت خلافت کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔ جب تک تم اس کو پکڑے رکھوگے۔ تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکیگی۔ بیشک افراد مرینگے۔ مشکلات آئیں گی۔ تکالیف پہنچیں گی۔ مگر جماعت کبھی تباہ نہ ہوگی۔ بلکہ دن بدن بڑھیگی۔ اور اس وقت تم میں سے کسی کا دشمنوں کے ہاتھوں مرنا ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ کہ اگر ایک

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر کالم اول دیکھو)

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۲۸ء

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

سائمن کمشن اور پنجاب کونسل

(حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے)

سائمن کمشن کے پنجاب آنے پر ممبران پنجاب کونسل نے فیصلہ کیا تھا اور میرے نزدیک نہایت صحیح فیصلہ کیا تھا کہ پنجاب کونسل کمشن سے تعاون کریگی اور اسکی خواہش کے مطابق اپنے میں سے سات آدمی مقرر کریگی۔ تاکہ وہ سائمن کمشن سے ملکر پنجاب کے مطالبات پر غور اور فکر کریں۔ اس ریزولیوشن کے مطابق پچھلے دنوں کونسل نے سات آدمی مقرر کئے ہیں جن میں سے تین ہندو۔ ایک سکھ۔ ایک انگریز۔ اور دو مسلمان ہیں اس فیصلہ پر مسلم اخبارات میں خصوصًا اور مسلم پبلک میں عمومًا اظہار ناراضگی ہو رہا ہے اور میرے نزدیک مسلمانوں کا اس فیصلہ پر ناراض ہونا درست اور جائز ہے۔

اس فیصلہ کا مضر اثر

موجودہ صورت معاملات یہ ہے کہ مسلمان جو اس صوبہ کی آبادی کا پچپن فیصدی ہیں انکے نمائیندے تیس فیصدی سے بھی کم ہیں اور ہندو جو اٹھائیس فیصدی ہیں انکے نمائیندے بیالیس فیصدی ہیں۔ اگر گورنمنٹ کیطرف سے ایسا کیا جاتا تب بھی یہ ایک خطرناک بات تھی لیکن موجودہ صورت میں تو اس فیصلہ پر مسلمان ممبران کی رضامندی کی بھی مہر ثبت معلوم ہوتی ہے پس ظاہرہ طور پر ہماری پوزیشن یہ ہے کہ مسلمان اپنی مرضی سے اس ادنیٰ درجہ کو قبول کر چکے ہیں۔

موجودہ فیصلہ میں یہ خطرناک نقائص ہیں کہ اول تو مسلمانوں کو وہ حق نہیں ملا جو ملنا چاہیئے تھا۔ اگر صوبہ کی آبادی کا لحاظ رکھا جاتا تو انھیں چار ممبر ملنے چاہیئے تھے اور اگر ان حقوق کو مدنظر رکھا جاتا جنھیں گورنمنٹ تسلیم کر چکی ہے تو انھیں تین ممبر ملنے چاہیئے تھے لیکن ملے انھیں کل دو ہیں۔ اور یہ تعداد اس قدر قلیل ہے کہ اس کا خیال نہ گورنمنٹ کو تھا نہ ہندوؤں کو۔ کوئی بھی تین ممبروں سے کم کی امید نہ رکھتا تھا۔ پس ایک تو اس فیصلہ سے ہمارے اس دعویٰ کو صدمہ پہنچ گیا کہ ہم اپنی تعداد کے مطابق حق مانگتے ہیں قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص بغیر احتجاج کرنیکے ایک ادنیٰ مقام پر راضی ہو جاتا ہے۔ تو دوسرے لوگ بھی سمجھ جاتے ہیں کہ اس کو ادنیٰ درجہ دینے میں چنداں ہرج یا خوف کا مقام نہ ہوگا۔ پس جب مسلمان سات میں سے دو نمائیندوں پر راضی ہو گئے ہیں تو یقینًا گورنمنٹ اور کمشن کے دل میں خیال پیدا ہوگا کہ یہ لوگ گو زیادہ کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن انکے اندر سچی خواہش اس امر کی نہیں ہے۔ ورنہ کیوں یہ اس مقدار سے تھوڑی تعداد پر راضی ہو جاتے جس سے زیادہ کا حاصل کرنا انکے اختیار میں تھا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ گورنمنٹ نے ہمیں اپنے قانون سے ایسا بے بس بنا رکھا ہے کہ اپنی تعداد کے مطابق حق نہیں لے سکتے۔ کیونکہ گو ہم اپنی تعداد کے مطابق حق نہ لے سکتے ہوں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم تین ممبریاں ضرور لے سکتے تھے مگر ہم نے اس قدر بھی نہیں لیں۔ وہ اپنی مرضی سے نہیں لیں۔ پس ہماری مذکورہ بالا دلیل عقلمندوں کیلئے ہرگز حجت نہ ہوگی اور ہماری نسبت یہی سمجھا جائیگا کہ ہم اپنے جائز اور ضروری مقام کے حصول کے لئے اسقدر بیتاب نہیں ہیں جسقدر کہ ہم ظاہر کرتے ہیں۔ یا یہ کہ ہم اس مقام کے حصول کے قابل ہی نہیں ہیں۔

دوسرا نقص اس فیصلہ کی وجہ سے یہ پیدا ہو گیا ہے کہ ہم نے اپنی آواز کو خود ہی کمزور کر لیا ہے۔ چودھری چھوٹو رام صاحب کا انتخاب گو زمیندار پارٹی کیطرف سے ہوا ہے لیکن ہر اک شخص جانتا ہے کہ عملًا انھیں مسلمانوں نے منتخب کیا ہے اور وہ مسلمانوں کے نمائیندے سمجھے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ مسلمانوں کے حقوق کی پوری نیابت کرینگے یا کر سکتے ہیں؟ کیا ان سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ پورے طور پر اس سوال پر زور دینگے کہ مسلمانوں کے حقوق کو پچھلی دفعہ پامال کیا گیا ہے اور اب اس کا ازالہ کیا جانا ضروری ہے کیا وہ یہ کہینگے کہ مجلس اور ملازمت اور قضاء میں مسلمانوں کی کمی تعداد کو فورًا پورا کیا جائے۔ اور ہندوؤں نے جو ان محکموں پر قبضہ کیا ہوا ہے اس سے انھیں آہستگی سے لیکن قطعی طور پر دستبردار کیا جائے۔ کیا کبھی بھی کسی قوم کے فرد سے خواہ وہ کس قدر بھی تعلق دوستی رکھنے والا ہو یہ امید کیجا سکتی ہے کہ وہ اپنی قوم کے متعلق ایسی بات کہے گا اور خصوصًا ایسے شخص سے جو انتخاب کے ذریعہ سے کونسل میں آیا ہو اور آیندہ اس نے آنا ہو۔ زیادہ سے زیادہ چودھری چھوٹو رام صاحب سے یہ امید کیجا سکتی ہے کہ وہ یہ کہدینگے کہ زمینداروں کو ان کا پورا حصہ ملے۔ لیکن کیا مسلمان ممبران کونسل اب تک یہ بھی نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے اس مطالبہ سے بھی ہندوؤں نے فائدہ اٹھایا ہے اور کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ ہندو زمیندار بھی اسقدر مل سکتے ہیں کہ بغیر مسلمانوں کو ان کا حق دینے کے زمینداروں کے حقوق کے مطالبہ کو پورا کر دیا جائے۔ اب یہی ہو رہا ہے کہ جس جس صیغہ میں زمینداروں کی تعداد بڑھانے پر زور دیا جاتا ہے بجائے مسلمان زمینداروں کو بڑھانے کے ہندو زمینداروں کو بڑھایا جا رہا ہے اور پہلی صورت سے صرف اسقدر فرق ہے کہ ہندو شہری کی جگہ ہندو دیہاتی آ رہا ہے اور ہندو دیہاتی دلیری سے کام کرنے میں ہندو شہری سے بڑھا ہوا ہے۔ ہندو شہری اگر خفیہ کام کرتا تھا تو یہ صاف مسلمان امیدوار کو کہدیتا ہے کہ میرے دفتر میں مسلمان کے لئے جگہ نہیں ہے۔

غرض چودھری صاحب سے جو کچھ امید کیجا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ یہ کہدیں کہ زمینداروں کو ان کا حق ملنا چاہیئے لیکن یہ امید کرنا کہ وہ مسلمانوں کے متعلق یہ کوشش کرینگے کہ ہندوؤں کو انکے موجودہ اجارہ حکومت سے علیحدہ کر کے انکی آبادی کے مطابق ہر شعبۂ حکومت میں حصہ دیا جائے ایک حد سے بڑھا ہوا مطالبہ اور عقل سے بعید امید ہے۔ خصوصًا جبکہ چودھری صاحب کو گو مسلمانوں نے منتخب کیا اور نمائیندہ چنا ہے مگر ان کا انتخاب مسلمانوں نے بحیثیت مسلمان نہیں بلکہ بحیثیت زمیندار کیا ہے۔ پس چودھری صاحب کہہ سکتے ہیں کہ زمینداروں کی تائید میں مجھ سے جو چاہو کہلا لو۔ مگر مسلمانوں کے حقوق کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ مجھے کسی اسلامی پارٹی نے نہیں بلکہ زمیندار پارٹی نے منتخب کیا ہے۔

جب حالات یہ ہیں تو سمجھا جا سکتا ہے کہ چودھری چھوٹو رام صاحب جو کچھ مسلمانوں کی تائید میں کہہ سکتے ہیں وہ اسقدر نہیں کہ جسکی ہمیں ضرورت ہے۔ لیکن جس امر میں وہ ہماری مخالفت کرنے پر مجبور ہونگے۔ اس کا سخت نقصان پہنچ جائیگا کیونکہ کہا جائیگا کہ یہ مسلمانوں کے نمائیندہ کی رائے ہے۔ پس اس انتخاب سے ہم نے اپنی رائے کو نہایت کمزور کر لیا ہے۔

تیسرا نقصان ہمیں اس انتخاب سے یہ پہنچا ہے کہ ہم نے اس انتخاب سے اس دلیل پر

تبرر کھدیا ہے جس پر ہمارے مطالبات کی بنیاد ہے اور وہ یہ ہے کہ ہندوؤں نے اپنے پچھلے اعمال سے اپنے آپکو قابل اعتماد ثابت نہیں کیا بلکہ ہر جگہ اور ہر موقع پر ہمیں یہ تلخ تجربہ ہوا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کو پامال کرتے ہیں۔ اس انتخاب کے بعد ہم اس دلیل کو کس طرح پیش کر سکتے ہیں۔ انگریزی دماغ جو مذہبی تعصب کو سمجھنے سے قاصر ہے اور سیاسیات میں مذہبی سوال کو لانے سے گھبراتا ہے جب اس پر یہ نقش خود ہمارے انتخاب سے پڑیگا کہ مسلمان نہ صرف یہ کہ ہندوؤں پر اعتماد کر سکتے ہیں بلکہ انہیں ایسے نازک موقع پر جبکہ انکی قوم کی زندگی اور موت کا سوال تھا نمائندہ مقرر کر سکتے ہیں تو یقیناً ان کا رجحان ادھر ہی ہوگا کہ عدم اعتماد محض ایک بہانہ ہے اور صرف مسلمانوں کی یہ خواہش ہے کہ قطع نظر لیاقت کے انکے نالائق آدمی بھی عہدے پا سکیں ورنہ ہندوؤں سے انکو کوئی حقیقی ضرر نہیں پہنچ رہا۔ اب اگر یہ خیال کمشن کے ممبروں کے دل میں پیدا ہو جائے اور اس انتخاب کے بعد اس قسم کا خیال پیدا ہو جانا بعید نہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ ہماری تمام اس جدوجہد کا نتیجہ کیا نکلے گا جو ہم مسلمانوں کی اقتصادی اور سیاسی غلامی کے خلاف کرتے چلے آئے ہیں کیا وہ سب کی سب باطل نہ جائے گی؟

اس جگہ کہا جا سکتا ہے کہ اس انتخاب کا یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ کمشن کے ممبر یہ سمجھیں کہ مسلمان ہندوؤں سے نیک سلوک کرتے ہیں لیکن وہ ان سے نیک سلوک نہیں کرتے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ قومی نیابت کے سوال میں دوسری قوم کے آدمی کو نمائندہ بنانا نیک سلوک نہیں کہلاتا بلکہ اسکے صریح یہ معنے ہیں کہ ہم اسپر کلی طور پر اعتماد کرتے ہیں اور اسے اپنے آدمیوں سے اچھا سمجھتے ہیں یا یہ کہ ہم بیوقوف ہیں اور اپنے بُرے بھلے کو نہیں سمجھ سکتے اور ان دونوں نتائج میں سے جو بھی کمشن کے ممبر نکالیں مسلمانوں کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔

صدائے احتجاج کی غلطی

غرض یہ تین نقصان ہیں جو اس انتخاب سے مسلمانوں کو پہنچے ہیں اور کوئی شخص بھی غور کرنے کے بعد ان نقصانات کی صحت سے انکار نہیں کر سکتا۔ مگر میں یہ کہنے سے نہیں رُک سکتا کہ کونسل کے فیصلہ کے خلاف جو احتجاج کی آواز بلند کی گئی ہے وہ بھی درست نہیں۔ اوّل تو بعض لوگوں نے یہ بات تحریر و تقریر کے ذریعہ سے مشہور کر رکھی ہے کہ گویا یہ انتخاب کسی سازش کے ذریعہ سے ہوا ہے حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ سازش بھی طاقت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور یہ خیال کرنا کہ عزیز مکرم چودھری ظفراللہ خاں صاحب۔ سردار سکندر حیات خان صاحب اور چودھری چھوٹو رام صاحب کو ایسی طاقت حاصل تھی کہ وہ سازش سے لائق آدمیوں کو انتخاب سے محروم کر سکتے تھے یا یہ کہ مسلمانوں کو مناسب حقوق ملنے سے روک سکتے تھے ایک ایسی بات ہے جسے کوئی انسان باور نہیں کر سکتا۔ ان تینوں صاحبان میں سے ایک صاحب ہندو ہیں۔ دوسرے پنجاب کے ایک کونے کے رہنے والے ہیں۔ اور تیسرے احمدی ہیں۔ اور احمدیت لوگوں کی توجہ کو پھیرنے کی بجائے آجکل مخالفت کے اکسانے کا موجب ہو جاتی ہے پھر دونوں مسلمان جو ممبر ہیں سیاسیات کے میدان میں بالکل نئے پس انکا انتخاب اگر ہوا ہے تو انکی لیاقت کی وجہ سے یا ذی اثر لوگوں کی سازش سے۔ اور دونوں صورتوں میں ان ممبروں پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔ علاوہ ازیں واقعات سے ثابت ہے کہ انتخاب کے وقت چودھری ظفراللہ خان صاحب مجلس میں موجود ہی نہ تھے۔ انھیں بعد میں معلوم ہوا ہے کہ ان کا نام منتخب ہو گیا ہے اور اس کے بعد بھی انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے دو دفعہ استعفاء دینے کی کوشش کی جو کامیاب نہ ہو سکی پس جو الزامات انپر لگائے جاتے ہیں بالکل درست نہیں ہیں۔

غلطی کی اصل وجہ

اصل میں اس تمام غلطی کی وجہیں تین ہیں۔ ایک تو مسلمانوں کی وہ پالیسی جو انھوں نے میاں سر فضل حسین صاحب کی قیادت میں اصلاحات کے دورہ کی ابتداء سے اختیار کی اور دوسرے بعض ممبروں کی بائیکاٹ کی پالیسی جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اصل میں حق تو یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کیطرف سے چار ممبر منتخب ہونے لیکن حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ تین سے زیادہ کا انتخاب ناممکن ہو گیا۔ اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ ہر ممبر کے انتخاب کے لئے سات ووٹوں کی ضرورت تھی لیکن کل تیئس ممبر مسلمانوں کے ساتھ تھے کیونکہ پانچ عدم تعاونی ممبر ووٹ دینے سے مجتنب رہے۔ اب عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو اسپر واویلا کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کو نقصان پہنچایا گیا ہے اور دوسری طرف اس نازک موقع پر ووٹ دینے سے اجتناب کر کے خود مسلمان ممبروں نے مسلمانوں کو انکے حق سے محروم رکھا ہے اگر عدم تعاونی اسوقت اپنی ذمہ داری کو سمجھتے تو چار مسلمانوں کا منتخب ہونا یقینی تھا لیکن انکی بائیکاٹ کی پالیسی جو موسم اور غیر موسم ظاہر ہوتی رہتی ہے اسوقت بھی نہایت بے موقع ظاہر ہوئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ وہ مسلمان ممبر کونسل میں جاتے ہیں دوسرے موقعوں پر ووٹ بھی دیتے ہیں لیکن جس وقت مسلمانوں کی آئندہ بہبودی کا سوال آتا ہے تو وہ بائیکاٹ کا فیصلہ کر دیتے ہیں اور اس طرح مسلمانوں کو انکے جائز حقوق سے محروم کر دیتے ہیں۔ میں ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ مسلمانوں نے انھیں اسی غرض سے کونسل میں بھیجا تھا کہ وہ عین اسوقت جبکہ مسلمانوں کے آئندہ حقوق کا سوال پیش ہو روٹھ کر بیٹھ جائیں۔ اگر وہ ذرہ بھی ٹھنڈے دل سے غور کرینگے تو وہ اپنی غلطی محسوس کرینگے اور انھیں معلوم ہو جائیگا کہ اسوقت انھوں نے مسلمانوں کا فائدہ کرنیکی بجائے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انپر رحم کرے۔

دوسرا سبب میں نے بتایا تھا کہ وہ پالیسی ہے جو مسلمان ابتدائے اصلاحات سے پنجاب میں اختیار کر چکے ہیں۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ کونسلوں کی ابتداء میں میاں سر فضل حسین صاحب نے دیکھا کہ مسلمانوں کو گورنمنٹ نے پورے حق نہیں دیئے۔ اور باوجود پنجاب میں کثیر التعداد ہونیکے کونسلوں میں وہ قلیل التعداد ہیں اور شاید انھیں حکومت میں کوئی حصہ نہ ملے تب انھوں نے آہستہ آہستہ ایک زمیندار پارٹی تیار کی اور ہندوؤں میں سے کچھ لوگوں کو جدا کر لیا اور اس طرح ایک جماعت تیار کر لی جسکی مدد سے وہ مسلمانوں کے حقوق کی ایک حد تک نگہداشت کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ آئندہ یہی پالیسی مسلمانوں کے لئے مضر ہوگی۔ دوسری کونسل میں وہ اگزیکٹو کونسل کے ممبر ہو گئے اور اس وجہ سے لازماً چودھری چھوٹو رام صاحب جو ہندو زمیندار پارٹی کے سربرآوردہ رکن تھے اور سر میاں فضل حسین صاحب کے نائب تھے پارٹی کے لیڈر ہو گئے۔ اور مسلمان پارٹی ایک ہندو کی لیڈری میں آگئی۔ اب جو سائمن کمشن کیلئے انتخاب ہونے لگا تو اس زمیندار پارٹی کو یہ مشکل پیش آئی کہ اگر چودھری چھوٹو رام صاحب کو ممبر نہیں مقرر کرتے تو اخلاقی الزام آتا ہے کہ انکی قوم سے انھیں جدا کر کے اس اہم موقعہ پر انھیں الگ کر دیا۔ اور پھر یہ بات بھی عجیب معلوم ہوتی تھی کہ پارٹی کا لیڈر اس موقع پر پارٹی کا نمائندہ نہ ہو۔ پس ان اخلاقی اور رسمی ذمہ داریوں سے متاثر ہو کر پارٹی نے چودھری صاحب کو منتخب کر لیا اور دو مسلمان ممبروں پر کفایت کر لی۔ ایک لحاظ سے تو یہ انتخاب قابل تعریف تھا کیونکہ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مسلمان کی سرشت میں وفاداری ہے اور وہ اپنا بہت بڑا نقصان برداشت کر کے بھی اپنے ہمراہی کا ساتھ چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا۔ لیکن دوسرے لحاظ سے یہ ایک خطرناک غلطی تھی جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ میرے نزدیک مسلمان ممبروں کو چاہئیے تھا کہ جب انھیں معلوم تھا کہ خلافتی اس وقت اسلام کے مفاد کی نگہداشت پر اپنی ذاتی آراء کو مقدم کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو وہ چودھری صاحب کو صاف کہدیتے کہ اس وقت ممبروں کا انتخاب مذہبی اصول پر ہو رہا ہے۔ اگر ہم چار ممبر حاصل کر سکتے تو ہم یقیناً آپکی لیڈری اور رفاقت کا لحاظ کرتے۔ لیکن چونکہ ہم چار ممبر حاصل نہیں کر سکتے۔ اور آپ قومی لحاظ سے مجبور ہیں کہ بعض اسلامی مطالبات کی تائید نہ کر سکیں اس لئے ہم تین مسلمان ممبر منتخب کرنے پر مجبور ہیں میں سمجھتا ہوں کہ چودھری چھوٹو رام صاحب کو اسپر کوئی اعتراض نہ ہوتا اور وہ خوشی سے اس صورت معاملات کو قبول کرتے۔ خیر جو کچھ ہوا وہ تو ہوا جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں یہ نقص اس پارٹی سسٹم کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جو شروع زمانہ اصلاحات سے مسلمانوں نے اختیار کی ہے اسوقت مسلمان پارٹی کوئی نہیں بلکہ زمیندار پارٹی ہے پس مسلمان

اسلامی مفاد کی اس آزادی سے حفاظت نہیں کر سکتے۔ جس قدر کہ اسلامی پارٹی کی صورت میں کر سکتے تھے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر اس وقت مسلمان پارٹی کے نام سے ووٹ دئے جاتے تو غالباً کئی خلافتی ممبر بھی اس کے ساتھ ووٹ دینے پر مجبور ہو جاتے۔

پارٹی کے نظام میں تبدیلی کی ضرورت

قطع نظر موجودہ مشکل کے جو پیش آگئی ہے۔ یہ طریق پارٹیوں کا آئندہ بھی مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ اور اس کے بد اثرات سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ جلد سے جلد مسلمان ممبران کونسل موجودہ پارٹی کے نظام میں تبدیلی کریں۔ اور میرے نزدیک مسلمانوں کی اقلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب ہوگا۔ کہ موجودہ پارٹی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک مسلم زمیندار پارٹی ہو۔ اور ایک ہندو زمیندار پارٹی ہو۔ ہندو پارٹی چودھری چھوٹو رام صاحب کے ماتحت ہو۔ اور مسلم پارٹی اپنا الگ لیڈر منتخب کرے۔ جب حکومت کا سوال آئے۔ دونوں پارٹیاں مل کر ملک کی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لانے کی کوشش کریں۔ لیکن جہاں خالص مذہبی سوال ہو۔ وہاں مسلم پارٹی آزادانہ طور پر اپنے نمائندے منتخب کرے۔ یورپ میں اکثر ممالک میں اب اتحادی حکومتیں ہیں۔ ایک پارٹی تو بہت ہی کم حکومت کے قابل ہوتی ہے۔ پس اس طریق کو اختیار کرنے سے مسلمانوں کی آزادی بھی قائم رہیگی۔ اور موجودہ موقع کی طرح کوئی اور موقع پیش آیا۔ تو انہیں ایسی زک نہ اٹھانی پڑیگی۔ جو اب اٹھانی پڑی ہے۔ اور ساتھ ہی ایک ہندو پارٹی بھی ایسی رہیگی۔ جس کے ساتھ مل کر وہ حکومت کو ایسے طور پر چلا سکیں گے۔ کہ وہ چند شائی لاکس کے قبضہ میں نہ جا سکے۔

میرے نزدیک اوپر کی اصلاح کے علاوہ مسلمان پارٹی کو اپنا وہپ سسٹم بھی مضبوط رکھنا چاہیئے۔ پچھلے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہ تو کوئی لائق وہپ ہے۔ اور نہ اس کا کام معین ہے۔ اور نہ اسے کوئی خاص اختیار ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وقت پر مسلمان اپنی طاقت کو جمع نہیں کر سکتے۔ اور پراگندہ ہونے کی وجہ سے نقصان اٹھا لیتے ہیں۔ موجودہ موقع پر اگر مضبوط وہپ ہوتا۔ اور وہ حالات کا مطالعہ کرتا رہتا۔ تو مسلمان پارٹی کو چار پانچ ووٹ اور مل سکتے تھے۔ لیکن کام ایسے بے ڈھنگے طور پر ہوا کہ کئی ممبروں کے ووٹ سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا۔ کیونکہ وہ لاہور چھوڑ چکے تھے۔ ایسا ہی موقع ولایت میں پیش آتا۔ تو ممکن نہ تھا کہ ممبر اپنی جگہ چھوڑ سکتے۔

اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے

میرے نزدیک پارٹی کی اصلاح تو ہوتی رہیگی۔ ہمیں اب یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ جو غلطی ہو چکی ہے۔ اس کا کیا علاج کیا جائے۔ بعض لوگ اس کا علاج یہ بتاتے ہیں۔ کہ مسلمان ممبر استعفاء دیدیں۔ اگر گورنمنٹ نے انہیں منتخب کیا ہوتا تو یہ تدبیر معقول کہی بھی جا سکتی تھی۔ لیکن موجودہ حالات تو خود مسلمانوں نے پیدا کئے ہیں۔ وہ استعفاء کس کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے دیں۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ ان کے استعفاء دینے سے مسلمانوں کی نمائندگی مضبوط ہو جائیگی۔ تو پہلے اس کے متعلق سوچ لینا چاہیئے۔ کہ آیا ایسا ہوگا بھی یا نہیں۔ کیونکہ اگر ان لوگوں کے استعفاء دینے سے کوئی مفید تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ تو استعفاء دینا فضول ہوگا۔ بلکہ مضر۔

سوال یہ ہے کہ کیا ان لوگوں کے استعفاء دینے پر مسلمانوں کو پھر ممبر منتخب کرنے کا موقع مل جائیگا۔ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہمیں تین سوالوں پر غور کر لینا چاہیئے۔ اوّل یہ کہ کیا انتخاب ہو چکنے کے بعد گورنمنٹ نئے ممبروں کے انتخاب کی اجازت دیگی۔ دوم یہ کہ انتخاب کونسل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کونسل کے اجلاس اب بند ہو چکے ہیں۔ وہ دوبارہ اسی وقت جمع ہوگی جب سائمن کمشن آ چکا ہوگا۔ تو اس صورت میں مسلمانوں کے نمائندوں کو کون منتخب کریگا۔ سوم:۔ یہ کہ انتخاب ممبران ساری کونسل سے تعلق رکھتا ہے۔ تو کہ مسلمانوں نے ذرہ

کر دو گورنمنٹ نئے انتخاب کی اجازت بھی دیدے۔ اور فرض کرو۔ کہ وہ کونسل کا اجلاس بھی کر دے۔ تو بھی یہ سوال باقی ہے۔ کہ جبکہ ہندوؤں سکھوں اور یوروپین کا انتخاب ہو چکا ہے اور ان کے ووٹ آزاد ہو چکے ہیں۔ تو کیا وہ اپنے ووٹوں کے زور سے ایسے تین مسلمانوں کا انتخاب نہ کرا دیں گے۔ جو مسلمانوں کے لئے مضر ہوں گے۔ اور ان کی رہی سہی طاقت بھی ٹوٹ جائیگی۔ غرض ہمیں پورا فیصلہ کرنے سے پہلے ان تین سوالوں پر غور کر لینا چاہیئے۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ مسلمان اس کمیٹی میں شامل ہی نہ ہوں۔ لیکن میں اس کی تائید نہیں کر سکتا کیونکہ یہ نمائندے عدم تعاونیوں کے نہیں ہیں۔ بلکہ تعاون کرنے والوں کے ہیں۔ اور عدم تعاون کی پالیسی کا اختیار کرنا ان کے لئے جائز نہیں۔ علاوہ ازیں یہ عقل کے بالکل برخلاف ہوگا۔ کہ ہم دو ممبریوں پر ناراض ہو کر جبکہ یہ دو ممبریاں ہماری ہی غلطی کے سبب سے ملیں۔ بالکل ہی شمولیت نہ کریں۔ اور میدان بالکل ہندوؤں کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اور خصوصاً اس صورت میں جبکہ فیصلہ کثرت رائے پر نہیں ہے۔ بلکہ فیصلہ ولایت کی پارلیمنٹ کے ہاتھ میں ہے پس اس غلطی پر جو ہو چکی۔ افسوس کرتے ہوئے کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ جو کچھ ہمیں حاصل ہوا ہے اس سے بہتر سے بہتر کام لیں۔ اور اپنی تعداد کی کمی کو اپنی محنت اور خیر خواہی اور خدا تعالےٰ کے حضور دعائیں کر کے پورا کرنے کی کوشش کریں۔

ایک جلسہ کی ضرورت

میرے نزدیک اس وقت بہتر سے بہتر پالیسی یہ ہوگی کہ جو لوگ اس وقت سائمن کمشن میں جانے کی تائید میں ہوں۔ ان کے مختلف الخیال گروہوں کے سربرآوردہ اصحاب کا ایک جلسہ کیا جائے۔ اس میں کونسل کے نمائندے بھی ہوں۔ اور مقتدر اسلامی اخبارات کے نمائندے بھی اس جلسہ میں حالت موجودہ کے تمام پہلوؤں پر غور کیا جائے۔ اور سب حالات جو موجودہ حالت کے پیدا کرنے کا موجب ہوئے ہیں۔ ان کو بھی معلوم کیا جائے۔ اور پھر اس نتیجہ پر پہنچنا چاہیئے۔ کہ اب اسلامی فوائد کے لئے کونسا طریق زیادہ مفید ہوگا۔ اگر یہی ثابت ہو۔ کہ اسلامی فوائد کے لئے یہی مفید ہوگا۔ کہ کوئی مسلمان ممبر شامل نہ ہو۔ تو میں یقین دلاتا ہوں۔ کہ چودھری ظفر اللہ خاں صاحب بخوشی استعفاء دیدیں گے۔ اور میں کامل امید رکھتا ہوں کہ سردار سکندر حیات خاں صاحب اور چودھری چھوٹو رام صاحب بھی ایسا ہی کرینگے کیونکہ ان لوگوں کا پرانا رویہ ہر طرح اطمینان کا یقین دلاتا ہے۔ اس عرصہ میں ہمیں یہ بھی معلوم کر لینا چاہیئے کہ اب جبکہ کونسل کے اجلاس ختم ہو چکے ہیں۔ اور انتخاب کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ گورنمنٹ سابقہ فیصلہ میں کسی تبدیلی پر رضامند ہوگی یا نہیں۔ اگر گورنمنٹ اس پر راضی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ کچھ مشکل نہیں۔ کہ تبدیلی کی جا سکے۔ کم سے کم ایک ممبر کی طرف سے تو میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ وہ کسی مناسب تبدیلی میں روک نہیں ڈالیں گے۔ بلکہ اس کے پیدا کرنے کے لئے پوری سعی کرینگے۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ میری اس تجویز پر مسلمان غور کریں گے۔ اور اس راہ کو اختیار کریں گے۔ جو فتنہ اور فساد سے بچا کر کوئی مفید تجویز پیدا کرنے میں ممد ہو اور ایسا طریق اختیار نہیں کریں گے۔ جو پہلے ہی سے پراگندہ شدہ اسلامی طاقت کو اور بھی پراگندہ کر دے۔ میرے نزدیک بعض تجاویز ایسی ہیں جن پر چل کر اگر گورنمنٹ کی طرف سے دقت نہ ہو تو موجودہ صورت کو بدلا جا سکتا ہے۔ لیکن انہیں شائع کرنا میں پسند نہیں کرتا۔ اگر ایسا اجتماع ہو جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ تو اس وقت میں انہیں ظاہر کر سکتا ہوں۔

خاکسار

مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان ۲۱ مئی ۱۹۲۸ء

امریکہ اور ماریشس کے مُبلغین کے اعزاز میں دعوت

مبلغین اور حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریریں

طلباء اور اساتذہ کا ایڈریس

مولوی مطیع الرحمن صاحب ایم۔اے۔ حافظ جمال احمد صاحب اور خان محمد یوسف خاں صاحب کے اعزاز میں اساتذہ اور طلباء ہائی سکول نے ۲۰ رمئی جو دعوت دی۔ اس میں تلاوت اور نظم خوانی کے بعد ایڈریس پیش کیا گیا۔ جس میں خدمت دین کے لئے منتخب ہونے پر ان اصحاب کو مبارکباد دی گئی۔ اور ان کی کامیابی کے لئے دعا کی گئی ؛

ایڈریس کے جواب میں ان اصحاب نے حسب ذیل مختصر تقریریں کیں ؛

مولوی مطیع الرحمن صاحب ایم اے کی تقریر

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز و بزرگان کرام۔ سب سے پہلے میں ایڈریس دینے والے بزرگان اور احباب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور ان کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ اس مدرسہ سے بے شمار خدام دین پیدا کرے۔ اس مدرسہ سے ایسے لوگ ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں۔ جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جان مال قربان کرکے اپنی زندگی کو خدمت اسلام میں مصروف کریں۔ اور رضاء الٰہی حاصل کریں ؛

اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ایک اور خیال کا ظاہر کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ خدا کے نبی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام جو ابوالانبیاء ہیں۔ اور جن کی زندگی کا موٹو ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (۶-۱۶۳) تھا۔ وہ خدا کے حکم کے ماتحت خدا ہی کی عبادت کے لئے جب کعبہ بناتے ہیں۔ تو اس وقت یہ دعا کرتے ہیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (۲-۱۲۱)

یہ ایک سوچنے کا مقام ہے۔ کہ ایک عظیم الشان نبی ایک کام کرتے ہیں۔ اور کام بھی خدا کے حکم کے ماتحت کرتے ہیں۔ اور ایسا کام ہے۔ جس میں کسی قسم کے خدشہ اور خطرہ کا احتمال نہیں۔ اس وقت ان کا دل ڈرتا ہے۔ کہ شائد اسے شرف قبولیت حاصل نہ ہو۔ اس سے ایک سبق حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کام خواہ کیسا ہی عظیم الشان کیوں نہ ہو۔ اور خواہ دینی کام ہی کیوں نہ ہو۔ کرنے والوں کے اعمال اور نیات کی وجہ سے اس میں یا اس کے آئندہ نتائج میں خطرہ کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ میں اس وقت ایک ایسے کام کے لئے جانے والا ہوں جو اسلام کی خدمت ہے۔ گو بظاہر یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کام ہے۔ اس سے بہتر کوئی کام ہو نہیں سکتا۔ لیکن پھر بھی ممکن ہے۔ میری کمزوری کی وجہ سے یا میرے دل کی خرابی کی وجہ سے یا میری نیت کے کسی نقص کی وجہ سے وہ کام میرے لئے کوئی بابرکت نہ ہو۔ اس وجہ سے چونکہ میرا دل ڈرتا ہے۔ اس لئے آپ حضرات کی خدمت میں عاجزانہ التجا ہے۔ کہ دعا کریں۔ خدا تعالےٰ میرے تمام گناہوں تمام بدیوں اور تمام کمزوریوں کو بخش دے۔ اور پوری للہیت اور ابتغاءً لوجہ اللہ خدمت کرنے کی توفیق دے۔ خدمت اسلام میں فوز عظیم عطا کرے۔ سلسلہ حقہ کے لئے ٹھوس کام کرنے کی توفیق بخشے۔ اور رضاء الٰہی میں ہی موت نصیب ہو۔ میں پھر آپ حضرات کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اس مدرسہ عالیہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ ہر طرح کامیابی عطا کرے۔ اور اس مدرسہ سے خدام دین پیدا ہوں ؛

حافظ جمال احمد صاحب کی تقریر

سیدی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ و احباب کرام۔ السلام علیکم۔ میں اس وقت اس پاک اور مقدس مجلس میں جس میں ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح تشریف فرما ہیں۔ کسی لمبی تقریر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ نہ ہی اس بات کی جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ اپنے کلام میں ناصحانہ رنگ اختیار کروں۔ جیسا کہ دعوتی رقعہ میں مجھ سے توقع کی گئی ہے۔ اس مرکز اور اس مجلس میں یہ حق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو ہی ہے۔ میں اس وقت جو عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ تبلیغ کا کام نہایت اہم اور بہت بڑا کام ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا۔ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا (۷۳-۵) کہ ہم عنقریب تجھے ایک بڑا بھاری حکم دینے والے ہیں۔ چنانچہ اگلی سورۃ کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا ایھا المدثر قم فانذر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس ذمہ داری کو محسوس کرکے فرماتے ہیں۔ سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ اس میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ فاستقم کما امرت ومن تاب معک (۱۱-۱۱۴) اس میں قوم کی ذمہ داری بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈالی گئی ہے۔ تو یہ بہت بڑا کام ہے۔ اور بہت اہم کام ہے۔ اس کے مقابلہ میں جب میں اپنی ناقابلیت اور بے بضاعتی کو دیکھتا ہوں۔ تو دل دھڑکتا اور بدن کانپتا ہے۔ مگر جہاں دھڑکن اور خوف اپنی کمزوری پر نظر ڈال کر پیدا ہوتا ہے۔ وہاں ایک امید بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم میں خدا کا ایک کلیم موجود ہے۔ جس کے ہاتھ سے خشک لکڑیاں سرسبز ہو سکتی ہیں۔ گو میں خشک لکڑی ہوں۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ مگر مجھے امید ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی دعائیں اور آپ کی توجہات میری مدد کرینگی۔ ایک طرف چونکہ تبلیغ کا فرض ہر مسلمان اور ہر احمدی کے ذمہ ہے۔ اس لحاظ سے میری ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر اس لئے یہ ذمہ داری کسی انسان کی طرف سے نہیں بلکہ احکم الحاکمین کی طرف سے ہے۔ دوسری طرف میری یہ ذمہ داری ہے۔ کہ میں مرکز کی طرف سے جا رہا ہوں۔ اور ایک طرح حضرت خلیفۃ المسیح کی قائم مقامی میں جا رہا ہوں۔ پھر ماریشس کی جماعت کی طرف سے ذمہ داری ہے کہ اس نے میرے اخراجات کا ذمہ لیا ہے۔ ایسی حالت میں اگر ان کی توقع پر نہ آئے۔ تو کس قدر ان کی دل شکنی ہو سکتی ہے۔ غرض کئی وجوہات ہیں۔ جن کی وجہ سے میں ڈرتا ہوں۔ اس لئے حضرت اقدس اور احباب سے درخواست کرتا ہوں۔ میرے لئے درد دل سے دعا کریں کہ خدا تعالےٰ کامیابی عطا کرے۔

میں اس کے بعد اپنے ان دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے اس دعوت کا شرف بخشا۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

خان محمد یوسف خاں صاحب کی تقریر

حضرت خلیفۃ المسیح احباب کرام اور طلباء ہائی سکول سب سے پہلے میں تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے یہ ٹی پارٹی دی جس کا میں خیال کرتا ہوں۔ میں کسی طرح مستحق نہ تھا۔ میں پہلے سات سال امریکہ میں رہ آیا ہوں۔ جب گیا تھا تو نہ تجربہ تھا نہ علم۔ البتہ وہاں جانے سے پہلے میری بڑی تمنا تھی۔ کہ میں باہر جاؤں اور خدمت اسلام کروں۔ اسی لئے میرے والد صاحب نے مدرسہ احمدیہ میں داخل کیا تھا۔ میں جب امریکہ جانے لگا۔ تو میں نے کتابیں خریدیں۔ جب میں انہیں بند کرنے لگا۔ تو دعا کی۔ کہ الٰہی میں اس ملک میں جا رہا ہوں۔ جہاں شائد ان کتابوں کو دیکھنا بھی نصیب نہ ہو۔ کیونکہ وہاں لوگ ہر وقت دنیا میں مصروف رہتے ہیں۔ میں وہاں دو سال تک تو کتابوں کو دیکھ نہ سکا۔ مگر میرے ماں باپ کی دعائیں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی دعائیں۔ جو میرے حق میں

کی گئیں۔ وہ قبول ہوئیں۔ اور ایسا موقعہ آیا کہ میں مفتی محمد صادق صاحب کے ساتھ کام کرنے لگا۔ پھر مولوی محمد الدین صاحب گئے تو ان کے ساتھ رہا۔ یہ سب اللہ تعالٰے کے فضل سے ہوا۔ ورنہ میں کچھ نہ تھا۔ اور کچھ نہ کر سکتا۔ اب بھی امید ہے۔ خدا تعالٰے میری مدد کرے گا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالٰے نے جو دعائیں کی ہیں۔ اور کریں گے۔ وہ قبول ہوں گی۔ احباب بھی دعا کریں ــ تبلیغ اسلام کا کام ہمارا نہیں۔ خدا تعالٰے کا ہے۔ اور دنیا میں اس وقت تک امن قائم نہیں ہو سکتا۔ جب تک اشاعت اسلام نہ ہو۔ لڑائی فساد کی ساری وجہ یہی ہے۔ کہ لوگ خدا سے نہیں ڈرتے۔ آج متقی ہو جائیں۔ تو امن قائم ہو سکتا ہے۔ آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالٰے اور بزرگوں سے میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ میرے لئے اور میرے چھوٹے بھائی کے لئے جو میرے ساتھ جا رہا ہے۔ دعا کریں۔ کہ دین میں بھی اور دنیا میں بھی اللہ تعالٰے کامیابی عطا کرے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تقریر

گو اس وقت طبیعت کی خرابی کی وجہ سے بولنا تو الگ رہا۔ میں کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہیں پاتا۔ لیکن چونکہ آج بالکل ہمارے چند عزیز اپنے کاموں پر یا تبلیغ کے لئے جا رہے ہیں۔ اور چونکہ جدائی خواہ کیسے ہی اچھے کام کے لئے ہو۔ پھر بھی اپنے اندر

افسردگی اور رنج

کا پہلو رکھتی ہے۔ اور چونکہ جدائی اپنے نتائج کے لحاظ سے دونوں ہی پہلو رکھتی ہے۔ یا پھر ملاقات ہوتی ہے۔ یا نہیں ہوتی۔ اس لئے ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میں اس موقعہ پر کچھ نہ کچھ الفاظ بیان کروں۔ میں اپنے

امریکہ کی طرف جانے والے

عزیزوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ میرے نزدیک اسلام کا مستقبل اور دنیا کا بھی بہت کچھ مستقبل امریکہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ پرانی دنیا میں انگلستان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ سیاسی بھی۔ اور مذہبی بھی۔ سیاسی اس لحاظ سے۔ کہ برطانیہ دنیا کے بہت بڑے حصہ پر قابض ہے۔ اور مذہبی اس لحاظ سے۔ کہ خدا تعالٰے نے اس زمانہ میں

اسلام کی اشاعت

کے لئے اسے چنا ہے۔ خواہ اس میں کتنی خرابیاں اور کتنی برائیاں ہوں۔ میں یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کہ یہ حکومت دنیا کی باقی حکومتوں سے بری ہے۔ یا ان سے اچھی نہیں ہے۔ اگر اس سے اچھی کوئی اور حکومت ہوتی۔ تو جبکہ اشاعتِ اسلام تلوار سے نہیں۔ بلکہ تبلیغ سے ہونی تھی۔ اس کے سوا کسی اور کو خدا تعالٰے چنتا۔

خدا تعالٰے کی سنت

ہے۔ کہ جب ایسے اسباب پیدا کرنے ہوں۔ کہ حق کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانے کی ضرورت ہو۔ تو اس کے لئے بدترین حکومت کو چنتا ہے۔ اور اگر تبلیغ کے ذریعہ کرانی ہو۔ تو اس زمانہ کی بہترین حکومت کو منتخب کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اس زمانہ کے حالات۔ اس زمانہ کی برائیوں اور عیبوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ تمام حکومتوں میں سے جو کہ ساری کی ساری خراب اور ساری کی ساری گندی ہیں۔

انگریزوں کی حکومت

بہتر ہے۔ بے شک کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ بھی ظلم کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ کرتے ہیں۔ مگر دوسروں سے کم کرتے ہیں۔ جس قدر امپیریل حکومتیں غیر ممالک میں حکومت کرنے کے لئے جاتی ہیں۔ اور جو دوسروں کی غلامی اپنی مضبوطی کے لئے ضروری سمجھتی ہیں۔ جو تمدنی لحاظ سے دوسروں کو اپنے قبضہ میں رکھنا ضروری سمجھتی ہیں ان سب سے انگلستان کی حکومت بہتر ہے۔ جتنے نقائص اور عیوب اس میں پائے جاتے ہیں۔ دوسری حکومتوں میں وہ بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ایک خیال ہے۔ جو میرے دل میں آتا ہے۔ اور جو میرے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی پیش گوئی ہے۔ کہ آخری زمانہ میں سورج مغرب سے نکلے گا ہم اپنے پرانے خیال اور پُرانے دستور کے مطابق جو ملک میں رائج ہے۔ اور پرانے محاورہ کی وجہ سے جو مغرب سے وابستہ ہے۔ یورپ کو مغرب قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ اور واقعہ میں یورپ مغرب ہے۔ مگر مغرب نسبتی امر ہے۔ اور اب یہ بدلتا جاتا ہے۔ اس سے مراد امریکہ لیا جاتا ہے۔ یہ تغیر چند سال سے شروع ہوا ۱۵۔ ۲۰ سال سے زیادہ اس تغیر کی عمر نہیں ہے۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ

مغرب کا مفہوم

بدلتا جا رہا ہے۔ یوروپین اخبارات میں ممالک کے لحاظ سے مغرب کا لفظ اسی طرح استعمال کیا جاتا تھا۔ جس طرح ہمارے ہاں استعمال کیا جاتا۔ مگر اب وہ مغرب کا لفظ امریکہ کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور

مغرب کی طرف سے سورج

نکلنے کا مطلب یہ تھا۔ کہ ایسے ملک کو اسلام کی طرف توجہ کرنے کی توفیق ملیگی۔ جس کا اثر ساری دنیا پر گہرا پڑ رہا ہوگا۔ اب دنیا پر سب سے زیادہ اثر رکھنے کا خیال بھی امریکہ کی طرف منتقل ہو رہا ہے وہ لوگ جو اخبارات پڑھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ جس طرح

۱۵-۲۰ سال پہلے

ایشیا کی حکومتوں کے افعال اس وقت تک نظر انداز کر دیئے جاتے تھے۔ جب تک یورپین حکومتیں ان کی تصدیق نہ کریں۔ اور جب تک یوروپین حکومتیں کسی کام میں دخل نہ دیں۔ کہا جاتا تھا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اور ایشیائی حکومتوں کی باتوں کو ٹھکرا دیا جاتا تھا۔ مگر ایشیا کی حکومتیں یوروپین حکومتوں کی کسی بات کو ٹھکرا نہ سکتی تھیں۔ جس طرح ایشیائی حکومتوں کو یوروپین حکومتوں کی تحریک کا ادب اور احترام کرنا پڑتا تھا۔ بعینہٖ یہی صورت اب

امریکہ اور یورپ

میں ہو رہی ہے۔ یوروپ والے ایک آواز اٹھاتے ہیں۔ جس پر امریکہ والے مسکرا کر کہہ دیتے ہیں۔ یہ لغو بات ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ مگر جب امریکن وزیر یا پریزیڈنٹ کوئی آواز اٹھاتا ہے۔ تو سارے یورپ میں شور پڑ جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ سنو وہ کیا کہتے ہیں۔ پارلیمنٹوں میں سوال کئے جاتے ہیں۔ امریکہ نے فلاں نہایت اہم تحریک کی ہے۔ ہماری حکومت نے کیوں ابھی تک اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ گویا سب یہ خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہ امریکہ کی آواز پر توجہ کرنا ان کے لئے ضروری ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ کسی نہ کسی نامعلوم ذریعہ سے دولت اور سیاست کا پانسہ امریکہ کی طرف جھک رہا ہے۔ اور

امریکہ کا ترازو

یورپ کے ترازو سے بوجھل ہو رہا ہے۔ اور جیسا کہ دستور چلا آیا ہے۔ جو ترازو بوجھل ہو۔ اسے دوسروں پر فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی حالت امریکہ کی ہو رہی ہے۔ اور امریکہ کو مغرب کہنے لگ گئے ہیں۔ تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالٰے کے منشا کے ماتحت امریکہ

مغرب کے لفظ کا زیادہ مستحق

ہے۔ اور جب مغرب کہلانے کا امریکہ زیادہ مستحق ہے۔ تو سورج چڑھنے کا بھی وہی زیادہ مستحق ہے۔ اگر وہ اس کا مستحق نہ ہوتا۔ تو جب تک یہ پیشگوئی نہ پوری ہو جاتی۔ امریکہ مغرب نہ کہلا سکتا۔ اور

فوقیت کا ترازو

اس کی طرف نہ جھک سکتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جوں جوں اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت قریب آتا جاتا ہے۔ مغرب کا لفظ یورپ سے نکل کر امریکہ کی طرف جانے لگ جاتا ہے۔ دولت اس کی طرف جھک رہی ہے۔ سیاسی فوقیت اسے حاصل ہو رہی ہے۔ اس سے ماننا پڑتا ہے۔ کہ

خدا تعالٰے کا منشا

یہی ہے۔ کہ امریکہ سے ہی سورج چڑھائے۔ گو انگریز بھی اس سے حصہ لیں گے۔ کیونکہ ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی ہے۔ مگر امریکہ کا اس میں بہت بڑا حصہ ہوگا۔ ہم آج سے ۵ سال پہلے اس کا اندازہ بھی نہیں

کر سکتے تھے۔ میں نے اپنی ہوش میں اور یہ کوئی بڑا زمانہ نہیں ہے ۱۸ سال کی عمر کو اگر بلوغت کی عمر قرار دیا جائے۔ تو ۲ سال بنتا ہے۔

انگلستان کے وزراء کی تقریریں

پڑھی ہیں۔ جن میں کہا جاتا تھا کہ ہمارا قانون ہے۔ کہ اگر ساری دنیا کی بحری طاقتوں کے مجموعہ کی تعداد (۲۰۰) ہو۔ تو ہماری طاقت (۲۱۰) ہونی چاہیئے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد پھر یہ پڑھا۔ کہ دس کی زیادتی رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ساری دنیا کے برابر طاقت رکھنا کافی ہے۔ پھر پڑھا۔ دنیا کی طاقتوں سے مراد وہ طاقتیں ہیں۔ جن سے ہماری لڑائی ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم امریکہ کو ان میں شامل نہیں کرتے۔ بلکہ فرانس اور جرمنی مُراد لیتے ہیں۔ ان کی بحری طاقت کے برابر ہماری طاقت ہونی چاہیئے۔ پھر یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ ایک بڑی سے بڑی حکومت کے مقابلہ میں ۱۰ فیصدی طاقت کا زیادہ ہونا کافی ہے۔ مگر اب تو یہی انگلستان جو کہتا تھا۔ کہ کوئی ہم پہ بحری طاقت کے لحاظ سے برتری حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ یہ کہہ رہا ہے۔ کہ امریکہ کے متعلق ہم کچھ نہیں کہتے۔ وہ مالدار ملک ہے۔ جو چاہے کرے۔ ہم اس کے مقابلہ کا بیڑا نہیں بنا سکتے۔ یہ کتنا بڑا تغیر ہے۔ جو ۲۰۔ ۲۵ سال کے اندر اندر رونما ہؤا۔ کہاں یہ حالت کہ امریکہ مالدار ہے۔ جو چاہے کرے۔ اور کہاں یہ صورت کہ اس وقت جب یہ کہا گیا۔ کہ سب دنیا کی بحری طاقتوں سے ۱۰ فیصدی کی زیادتی کو اڑایا جائے تو پارلیمنٹ میں شور پڑ گیا۔ مگر آج ایک بھی یہ نہیں کہتا۔ کہ امریکہ سے ہماری طاقت کمزور کیوں ہو۔ یہ

عظیم الشان تغیر

ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امریکہ میں اس پیش گوئی کا ظہور یورپ سے زیادہ ممکن ہے۔ جو دوست اب امریکہ جا رہے ہیں۔ ان کو میں توجہ دلاتا ہوں۔ کہ

امریکہ میں بہت بڑا میدان

تیار ہے۔ اور وہ آج تیار نہیں ہؤا۔ بلکہ اس کے تیار ہونے کی اس وقت خبر دی گئی تھی۔ جبکہ امریکہ ابھی معلوم بھی نہیں ہوا تھا اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی۔ کہ وہاں سے سورج نکلیگا۔ پس

امریکہ کی مغربیّت

کو مدنظر رکھکر اور اس کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر یقین ہے۔ کہ وہاں بہت بڑا میدان اسلام کی اشاعت کے لئے موجود ہے۔

میرا خیال ہے۔ امریکہ میں اور خاص کر جنوبی ریاستوں میں اگر ہمارے آدمی قدم جمالیں۔ تو بہت کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہاں

ترقی کے بڑے رستے

ہیں۔ مجھے یاد ہے۔ کہ میری ۱۷۔ ۱۸ سال کی عمر تھی۔ جب میں نے پڑھا تھا۔ کہ ان ریاستوں میں سے کسی ایک میں ایک بنگالی جرنیل ہے۔ وہ بنگالی جنہیں یہاں فوج میں بھرتی بھی نہیں کرتے۔ وہاں اس قدر ترقی کر گیا۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہندوستانیوں کے لئے ترقی کرنے کا وہاں موقعہ ہے۔ اگر ہمارے مبلغ اس علاقہ میں تبلیغ کرنے کی طرف توجہ کریں۔ تو بہت کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں میں ایک قسم کی سادگی پائی جاتی ہے۔ اور وہ مالی لحاظ سے بھی دوسروں سے کم نہیں ہیں۔

میں اپنے مبلغوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ محمد یوسف صاحب کے بھائی کو بھی گو ان کی ناتجربہ کاری کی حالت ہے۔ مگر وہ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ جب ان کا بھائی گیا تھا۔ تو اس وقت اس کی بھی یہی حالت تھی۔ مگر اس نے کام کیا۔ ہر احمدی جو غیر ممالک میں جاتا ہے۔ اسے

ہم مبلغ سمجھتے ہیں

خواہ وہ چھوٹا ہو۔ یا بڑا۔ اور امید رکھتے ہیں۔ کہ وہ تبلیغ کرنے میں اپنی طاقت کے لحاظ سے کوتاہی نہ کرے گا۔

امریکہ کی تبلیغ کا اثر یورپ پر بھی پڑے گا۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر ہمارے مبلغوں کو امریکہ کا میدان فتح کرنا چاہیئے۔ صحابہؓ کے وقت جب حضرت علیؓ اور معاویہؓ میں جنگ ہوئی۔ تو کئی صحابہؓ چین کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں انہوں نے

اسلام کا بیج

بویا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ آج ہندوستان سے زیادہ وہاں مسلمان ہیں۔ حالانکہ ہندوستان میں ایک عرصہ تک مسلمانوں کی حکومت بھی رہی

ہمارے مبلغوں کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ

روحانیت کا قیام

قربانی سے وابستہ ہے۔ مغرب میں جانے والے مبلغ اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ کہ قربانی اور روحانیت لازم و ملزوم ہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ جو مبلغ مغربی ممالک میں جاتے ہیں۔ وہ یہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ اگر ہم وہاں کے لوگوں سے دین کی خاطر قربانی کرنے کا مطالبہ کریں گے تو وہ پیچھے ہٹ جائیں گے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ان ممالک کی تمدنی حالت ایسی ہے کہ ان میں سے بہت پیچھے ہٹیں گے۔ مگر جن میں

قربانی کی عادت

ڈالی جائے گی۔ وُہ آگے ہی آگے بڑھیں گے۔ اس وقت تک اس ڈر سے کہ ان ممالک کے لوگ قربانی نہ کر سکیں گے۔

بہت نقصان

پہونچا یا ہے۔ اب اس کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ جو لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہوں۔ انہیں کہنا چاہیے۔ کہ وہ

دین کے لئے وقت اور مال

کی ضرور کچھ نہ کچھ قربانی کریں۔ جس طرح یہاں چندے لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح وہاں لینے چاہئیں۔ خواہ تھوڑے ہی ہوں۔ جب تک اس طرح نہ کیا جائیگا وُہ پختہ نہ ہوں گے۔ اور اگر ایک بھی پختہ ہو گیا۔ تو وہ سینکڑوں کمزوروں سے اچھا ہوگا۔ میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ کسی کمزور کو لیا ہی نہ جائے۔ لئے جائیں۔ مگر ان کی

علیحدہ علیحدہ سوسائٹیاں

بنائی جائیں۔ ایک وہ جو مسلمان تو ہوں۔ مگر اسلام سے دلچسپی لیتے ہوں۔ ان کی سوسائٹی ہو۔ دوسرے وہ جو مسلمان تو کہلاتے ہوں۔ مگر اسلام کے لئے بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوں۔ پھر احمدیہ ایسوسی ایشن ہو۔ جس میں ان کو داخل کیا جائے۔ جو چندہ دیں۔ اور چندوں کے متعلق ہوا ہے کہ جہاں ہندوستانی مبلغ کام کرتے ہیں۔ وہاں سے ۲۵۔ فی صدی مرکز میں آئے۔ اور پچھتر (۷۵) فیصدی وہاں خرچ ہو۔ جب مرکز کی حالت مضبوط ہو جائے تو ۲۵ فیصدی سے بھی کم ہو سکتا ہے۔ ۲۔ ۳ فیصدی مرکزی ضروریات کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ باقی اسی ملک میں خرچ کیا جائے گا۔ جو چندہ مرکز میں آتا ہے۔ وہ

مرکزی نظام

پر یا ایسی جگہ پر جہاں جماعت کمزور ہو۔ یا بالکل نہ ہو وہاں خرچ کیا جاتا ہے۔

اگر اس طریق پر کام چلایا جائے۔ تو گو

شروع شروع میں دقتیں

ہوں گی۔ مگر جماعت ایسی مضبوط بن جائیگی کہ اس پر ہر طرح سے

اعتبار

کیا جا سکے گا۔

پھر ان لوگوں کا

مرکز سے تعلق

پیدا کرنا چاہیئے۔ امریکہ اور یورپ میں ایسی آزادی پھیلی ہوئی ہے۔ کہ وہ لوگ سمجھتے ہیں کسی مرکز اور کسی انسان سے تعلق رکھنا حریت کے خلاف ہے۔ حالانکہ

روحانی امور

میں ایک نظام پر سارا کام چلتا ہے جسمانیات میں نیچے سے اوپر کی طرف ترقی ہوتی ہے۔ لیکن روحانیات میں اوپر سے نیچے کی طرف فیض پہنچتا ہے۔ اس لئے روحانیت میں نظام بہت بڑا تعلق رکھتا ہے۔ پس کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ لوگوں کا

مرکز اور خلافت سے تعلق

مضبوط ہو۔ ان کو یاد دلاتے رہنا چاہیئے۔ کہ مرکز میں خط لکھیں سلسلہ کی طرف سے جو تحریکیں ہوں۔ وہ سنائی جائیں۔ خطبات پڑھائے جائیں۔ مذہبی طور پر خلافت کے نظام کی اہمیت بتائی جائے۔ اور بتایا جائے۔ خلافت

مذہبی نظام کا جز

ہے۔

ان تمام کاموں کے لئے سب سے بڑی چیز یہ ہے۔ کہ دعاؤں سے کام لیا جائے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

اس زمانہ کا سب سے بڑا ہتھیار

دعا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یاجوج ماجوج کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہ ہوگی۔ لا یدان لاحد لقتالھم

گویا ہاتھوں سے نہیں۔ بلکہ دعاؤں سے اس کا مقابلہ کیا جائیگا۔ ایک دفعہ میں نے

ایک رویاء

دیکھی۔ میں نے دیکھا۔ ایک اژدہا ہے۔ جو دوڑتا چلا آتا ہے۔ جو اس کے سامنے آتا ہے۔ اسے کھا جاتا ہے۔ وہ اس جگہ آیا۔ جہاں میں کھڑا تھا۔ اور میرے ساتھ کچھ اور دوست بھی کھڑے تھے۔ وہ ایک دوست کے پیچھے بھاگا۔ میں سونٹا لیکر اس پر حملہ آور ہوا۔ کہ دوست کو بچاؤں۔ مگر وہ اسے کھا گیا۔ میں نے جب اس پر حملہ کیا۔ تو وہ میری طرف لوٹا۔ اور حملہ کیا۔ دوست آگے بڑھے۔ کہ اس کے حملہ کا جواب دیں۔ میں نے اس وقت انہیں کہا۔ میں نے حدیث میں پڑھا ہے۔ لا یدان لاحد لقتالھم۔

اس وقت ایک چارپائی ہے۔ جو بُنی ہوئی نہیں۔ صرف لکڑیاں ہیں۔ میں اس کے بازوؤں پر پاؤں رکھکر کھڑا ہوگیا۔ اور اژدہا اس کے نیچے گھس گیا۔ اس وقت میں نے ہاتھ اٹھاکر دعا کرنی شروع کی۔ اور وہ پگھلنے لگ گیا۔ حتیٰ کہ پانی پانی ہوگیا۔

تو حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ

دجال پگھل جائیگا

اژدھا سے مراد وہی دجالی فتنہ ہے۔ اس کا مقابلہ سوائے دعا کے اور طرح نہیں ہو سکتا۔ پھر میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ دعاؤں کے قبول ہونے کا یقین رکھ کر دعائیں کی جائیں۔ اور خدا تعالےٰ پر یقین رکھیں۔ کہ پوری کریگا۔ دعا اسی وقت رد کی جاتی ہے۔ جب بے ایمانی سے کی جاتی ہے۔ اس بے ایمانی کا یہ مطلب نہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کا انکار کیا جائے۔ یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو نہ مانا جائے۔ بلکہ یہ یقین نہ ہو۔ کہ دعا قبول ہوگی۔ جسے یقین نہیں ہوتا۔ اس کی دعاء خدا تعالےٰ قبول نہیں کرتا۔ جب تک کوئی شخص اس یقین کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف نہیں جھکتا۔ کہ ضرور اس سے حاصل کروں گا۔ خالی ہاتھ نہیں آؤں گا۔ اس وقت تک اسے کچھ نہیں ملتا ؎

میں

حافظ جمال احمد صاحب کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ وہ وہاں جا رہے ہیں۔ جہاں احمدیت قائم ہو چکی ہے۔ مگر وہاں ابھی نظام قائم نہیں ہوا۔ جو ضروری ہے۔ وہاں کی جماعت ابھی تک

مرکزی چندوں میں حصہ

نہیں لیتی۔ یا ماہواری چندہ باقاعدہ ادا نہیں کرتی جب تک یہ بات قائم رہے گی۔ اس وقت تک مرکز سے تعلق نہیں پیدا ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ مرکزی معاملات میں ان کو شریک کرنے کی کوشش کی جائے۔ ابھی تک چونکہ ان لوگوں کو مبلغوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے وہ ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اگر انہیں یہ ضرورت نہ ہو۔ تو اتنا بھی تعلق نہ رکھیں۔ پس وہاں یہ قاعدہ لازمی طور پر جاری کر دیا جائے کہ ان سے چندہ لیا جائے۔ جس میں سے ۲۵ فیصدی مرکز میں بھیجا جائے۔ اور باقی ۷۵ فی صدی وہاں خرچ کیا جائے۔ ہندوستان کا بہت سا روپیہ بیرون ہند میں خرچ ہوتا ہے مگر یہاں کے لوگوں پر ذمہ داری بھی دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔ یہاں باہر سے آنے والے مہاجروں۔ مبلغوں۔ طلباء اور مہمانوں کا خرچ ۴۰ فیصدی کے قریب ہو رہا ہے اس لئے کہ

ہندوستان پر ذمہ داری زیادہ ہے

خدا تعالےٰ نے ہندوستان میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا۔ اور خدا تعالےٰ نے اس ملک کے لوگوں کو سب سے پہلے مخاطب کیا۔ اور جہاں پہلے مخاطب ہونے والوں کو انعام زیادہ دئے جاتے ہیں۔ وہاں ان کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہوتی ہیں ؎

بہر حال ۲۵ فیصدی ایسی رقم ہے۔ جو ہر ملک کے لوگوں کو مرکز میں بھیجنی چاہیئے۔ ماریشس کے لوگ یہ ادا نہیں کرتے۔ یا ان سے ادا نہیں کرائی گئی۔ حافظ صاحب کا یہ بھی کام ہوگا۔ کہ چندے ماہ بماہ وصول کریں۔ ۲۵ فیصدی یہاں بھیج کر باقی وہاں جماعت کی تعلیم پر تبلیغ پر یا جہاں جماعت مناسب سمجھے خرچ کی جائے۔ اگر اس طرز پر کام کیا جائیگا۔ تو وہاں کے لوگوں میں جوش بھی پیدا ہو جائیگا۔ وہاں کچھ عرصہ سے ترقی رکی ہوئی ہے۔ نئے آدمی کم داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے۔ اور

اس بات سے ڈرنا چاہیئے

کہ لوگ لمبے عرصہ تک جماعت میں داخل ہونے سے رکے رہیں ایسا ہو تو پھر لمبا وقفہ پڑ جاتا ہے۔ جنگوں میں دیکھو۔ جب وقفہ پڑتا ہے۔ تو لمبا وقفہ پڑتا ہے۔ جب فتح ہوتی ہے۔ تو متواتر ہوتی جاتی ہے۔ اسی طرح انسانوں اور قوموں میں بھی ہوتا ہے۔

وی پی کی اطلاع

خریداران الفضل کو اطلاع ہو۔ کہ جون کے پہلے ہفتہ کا پرچہ ان اصحاب کے نام وی پی ہوگا۔ جن کا چندہ یکم مئی سے ۵ رجون تک کسی ایک تاریخ کو ختم ہوتا ہے۔ اگر کسی دوست کو انقضاء مدت سے آٹھ نو روز پہلے وی۔ پی مل جائے تو وصول کرنے میں تامل نہ کرے۔ حساب کھاتہ میں بالکل درست تاریخوں پر پڑے گا۔ یہ کہنے کی تو ضرورت نہیں۔ کہ جن کے وی پی واپس آئیں گے۔ ان کے نام پرچہ تا وصول قیمت امانت رہیگا۔ اکثر احباب وی۔ پی واپس کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے بہ رقم وی۔ پی نقصان ہوتا ہے۔ امید ہے کہ جس طرح بھی بن پڑیگا احباب وی۔ پی وصول فرما کر مشکور فرمائینگے۔ مینجر

اطلاع

احباب کرام کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ چونکہ اگلے ہفتہ میں عید اضحیٰ کی تقریب واقعہ ہوگی۔ جس کی وجہ سے ملازمین مطبع وغیرہ رخصت پر رہیں گے۔ اس لئے یکم جون کا پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے بعد ۵ رجون کا پرچہ نکلیگا۔

مینجر

اولاد حاصل کرنے کی
حیرت انگیز دوائی

اگر واقعی آپ اولاد حاصل کرنے کیلئے پریشان ہیں۔ اگر واقعی اپنے بعد سلسلہ نسل قائم رکھنے کی آپ کو سچی تڑپ ہے۔ تو آپ اپنا محنت اور پسینہ سے کمایا ہوا روپیہ اشتہاری حکیموں کی نذر کرکے برباد نہ کریں۔ صرف

حب حمل و معجون عجیب

کا استعمال گھر میں شروع کرا دیں جس کا پہلی ہی دفعہ کا استعمال انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو بامراد کریگا۔ زیادہ تعریف ہم گناہ سمجھتے ہیں۔ ؎ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" قیمت "حب حمل" و "معجون عجیب" صرف چار روپے (للعہ) آرڈر دیتے وقت تفصیلی حالات ضرور لکھیں۔ جو کہ صیغہ راز میں رکھے جائینگے۔

مہتمم احمدیہ دواگھر قادیان

کمال فائدہ کیا

"ایک شیشی "عرق طحال" بذریعہ وی۔ پی ارسال کریں ایک بوتل پیشتر میں آپ سے لایا تھا جس نے کمال فائدہ کیا"

(جناب) محمد خاں (صاحب) ہیڈ ماسٹر ازساہنا۔

"تاپ تلی کے تمام مریضوں کو میں پرزور مشورہ دیتا ہوں کہ "عرق طحال" کو استعمال کرکے فائدہ اٹھائیں انشاء اللہ یہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ میں نے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کیلئے منگا کر بار ہا اس کا تجربہ کیا ہے"

جناب شیخ محمد حسین (صاحب) سب جج صاحب بہادر چونیاں (لاہور)

قیمت فی شیشی عہ تین شیشی یکمشت ہا خرچ وی پی بذمہ خریدار

المشتہر

حافظ غلام رسول میڈیکل ہال نمبر (۱) وزیر آباد (پنجاب)

---

15 مہینوں میں اوورسیر کلاس کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے

آپ فوراً پرنسپل سندھ انجینئرنگ کالج سکھر کو مفت پراسپکٹس کے لئے لکھیں۔

بڑھیا کپڑا خرید فرمائیں!

اگر آپ کو واقعی اعلیٰ اور ارزاں مال کی ضرورت ہو تو براہ راست کارخانہ سے طلب کریں۔ لونگی سلکی ریشمی مشہدی قسم اول نہایت ہی خوبصورت للعہ کلاہ زریں استر دار پشاوری فیشن عہ دونوں کی قیمت ۵ہ کارخانے کے خاص تحفہ ہیں۔ زنانہ سلکی۔ ریشمی کامدار چادر اوسط درجہ کی بیگمات استعمال کرتی ہیں۔ طول ۳ گز عرض ۱½ گز للعہ زنانہ لُنگی خالص ریشمی چادر امیرانہ وضع نہایت ہی خوبصورت رنگ ٹسری طول ۳ گز عرض ۱½ گز آٹھ روپے آزار بند سلکی ریشمی رنگین ۳ روپے درجن جراب سلکی ریشمی زنانہ پھولدار ۱۲ ر پنجابی جوتا اعلیٰ مضبوط عہ (ناپ ضرور ارسال کریں) جائے نماز سوتی مضبوط محراب دار پھولدار قسم اول عہ دکانداران خط وکتابت کریں۔ مکمل فہرست کارخانہ مفت محصول ڈاک علاوہ

مینیجر کارخانہ سید عباس علی شاہ احسان اینڈ کمپنی سوداگران ۳۲ لدھیانہ

مفت حیرت انگیز رعایت مفت

جناب من تسلیم

مجھکو روح بصارت کا نمونہ جو تمام امراض چشم کے لئے اکسیر ہے مفت روانہ فرمائیے۔ بعد از استعمال اگر مفید ثابت ہوا تو آپ یا نداری سے ایک شیشی ضرور منگواؤں گا۔ ایک آنہ کا ٹکٹ برائے محصول ڈاک روانہ کرتا ہوں۔

نام ....

پتہ ....

ٹکٹ

یہ کوپن پُر کرنے کے بعد مفصلہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں۔

شاہ اینڈ کو رجسٹرڈ سیمان بھاٹی گیٹ لاہور

سُرمہ نور رجسٹرڈ

دھند۔ غبار۔ جالا۔ پھولا۔ خارش۔ ککرے۔ نظر کا تھک جانا۔ پانی بہنا۔ سُرخی۔ سوزش وغیرہ کو دور کرکے نظر کو تیز اور دیگر تمام شکایات کو رفع کر دیتا ہے۔ ضرورت مند احباب ضرور منگوائیں۔ انشاء اللہ خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔ قیمت فی تولہ دو روپے (عہ)

ملنے کا پتہ

حکیم عطاء اللہ احمدی چوک بھائی کوتوالی کوچہ درزیاں لاہور

نمونہ مفت طلب کرو

منجن خوشبودار
قیمت فی شیشی ۱۲ ر

سرمہ منظور نظر
قیمت فی تولہ پانچ روپے (عہ)

جن اصحاب کو ضرورت ہو۔ چار آنے (۴ر) کے ٹکٹ بھیجکر بطور نمونہ صرف ایک دفعہ مفت منگا کر تجربہ کرلیں۔

مینیجر شفاخانہ دلپذیر سلانوالی ضلع سرگودہا

لاہور کا حکیم رجسٹرڈ اکسیر خنازیر یعنی ہنجیراں سخت سے سخت اور پرانی سے پرانی خنازیر کو اس دوائی کے استعمال سے انشاء اللہ آرام ہو جاتا ہے سینکڑوں مرتبہ تجربہ ہوئی ہے۔ صرف چالیس یوم دوائی استعمال کرنی پڑتی ہے۔ بعد میں تمام عمر کیلئے اس نامراد بیماری سے خلاصی مل جاتی ہے قیمت فی پیکٹ جس میں ۸۰ گولیاں ہوں گی۔ صرف للعہ۔

نوٹ:۔ اگر خنازیر کی گلٹیاں بہتی ہوں۔ یا اس جگہ زخم ہوں تو ان کیلئے الگ دوائی مرہم روانہ کی جاتی ہے۔ قیمت فی پیکٹ (عہ)

کھبس یعنی ضعف جگر کی اکسیر گولیاں ۲۱ روز کھانے سے سیر دل خون بڑھ جاتا ہے۔ کھبس کا نام ونشان نہیں رہتا۔ کھبس کیلئے از بس مفید ہیں۔ قیمت چار روپے (للعہ) فہرست دواخانہ مفت طلب کریں۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ روانہ کریں۔ المشتہر

حکیم حاجی محمد رحیم بخش زبدۃ الحکماء میڈلسٹ امرتسری اندرون یکی دروازہ متصل مسجد قصاباں لاہور

حب اکھرا

۱ جن عورتوں کے حمل گر جاتے ہوں (۲) جن کے بچے پیدا ہو کر مرجاتے ہوں۔ (۳) جن کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں۔ جن کے گھر اسقاط کی عادت ہوگئی ہو جن کے بانجھ پن کمزوری رحم سے ہوں اور کمزور رہتے ہوں۔ ان کیلئے ان گود بھری گولیوں کا استعمال اشد ضروری ہے قیمت فی تولہ عہ تین تولہ کے لئے محصولڈاک معاف چھ تولہ تک خاص رعایت

مقوی دانت منجن

منہ کی بدبو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہوں دانت ہلتے ہوں۔ گوشت خورہ سے تنگ آگئے ہوں۔ دانتوں سے خون آتا ہو۔ پیپ آتی ہو۔ دانتوں میں میل جمتی ہو۔ اور زرد رنگ رہتا ہو۔ اور منہ سے پانی آتا ہو۔ اس منجن کے استعمال سے سب نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ اور منہ خوشبودار رہتا ہے قیمت فی شیشی ۱۲ر

المشتہر

نظام جان عبد اللہ جان معین الصحت قادیان

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کا فرمودہ درس قرآن شریف

سورۃ المزمل رکوع دوم

(۲۵ ر اپریل ۱۹۲۸ء)

اس سورہ کے شروع میں خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرمایا تھا۔ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ۔ کہ تین حالتوں میں رات گذارا کرو۔ یعنی تین حالتوں میں سے کوئی ایک حالت اختیار کرو (۱) یا تو نصف سے زیادہ رات ذکر الٰہی میں یا ذکر الٰہی کے انتظار میں گذارو (۲) یا نصف رات ذکر الٰہی میں یا ذکر الٰہی کے انتظار میں گذارو (۳) یا کسی قدر کم نصف رات سے ذکر الٰہی میں یا ذکر الٰہی کے انتظار میں گذارو۔ اب خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ؕ

جو حکم ہم نے تم کو دیا تھا۔ اس کے متعلق ہم جانتے ہیں۔ کہ تم نے اسے پورا کیا۔ اور نہ صرف یہ کہ خود تم نے پورا کیا۔ بلکہ ہم نے تو تمہیں کہا تھا :- قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ۔ مگر اس حکم کی خوبی اور بہتری کو دیکھ کر تمہارے ساتھیوں اور دوستوں میں سے بھی ایک گروہ نے اس عمل میں تمہارے ساتھ اشتراک اختیار کرلیا ؎

یہ حکم تو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے تھا۔ کیونکہ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۵ کے مطابق رسالت کا عظیم الشان فرض آپ ہی کے ذمہ عائد کیا گیا تھا۔ اور تبلیغ میں کامیابی حاصل کرنے اور لوگوں کے قلوب کو برائیوں اور گندوں سے صاف کرکے خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ضروری تھا۔ کہ بہت سی دعائیں کی جائیں۔ عاجزی اور انکساری سے خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت طلب کی جائے۔ اس کے لئے قیام الیل ضروری تھا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم دیا۔ کہ آپ قیام الیل کریں۔ مگر صحابہ چونکہ اپنے آپ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کام میں شریک سمجھتے تھے۔ اس لئے ان پر بھی وہی ذمہ واریاں عائد ہوتی تھیں۔ اور وہ جانتے تھے کہ جب انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیعت کرلی۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ آپ کی ذمہ واریوں میں شریک نہ ہوں۔ اور جب انہوں نے ان ذمہ واریوں میں اپنے آپ کو شریک سمجھا۔ تو انہوں نے اس حکم میں بھی اپنے آپ کو شریک کرلیا۔ مگر یہ ان کی اپنی مرضی تھی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے سب مسلمانوں کے لئے یہ حکم نہیں تھا۔ گو جیسا کہ میں نے بتایا تھا۔ کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا۔ کہ مسلمان عام طور پر اس کے عامل ہیں۔ اور جو تہجد پڑھتے ہیں۔ وہ اور بھی زیادہ اس کے عامل ہیں۔ اگر اس کے متعلق یہ سمجھا جائے۔ کہ یہ حکم کی تین حالتیں نہیں ہیں بلکہ تین انسانی حالتیں ہیں۔ تب تو یقیناً سارے مسلمان اس کے عمل میں شامل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہر مسلمان رات کا کچھ نہ کچھ حصہ عبادت کے لئے ضرور جاگتا ہے۔ اور نصف سے کم رات کی حالت میں تو سب شامل ہو جاتے ہیں ؎

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وقت کے مسلمانوں کے اخلاص کو دیکھ کر یہاں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ۔ اللہ جانتا ہے۔ کہ تو اس حکم پر عمل کرتا ہے۔ جو تجھے قیام الیل کے متعلق دیا گیا تھا۔ اور تو ہی نہیں کرتا۔ بلکہ تیرے ساتھیوں میں سے بھی ایک گروہ ہے۔ جو اس پر عمل کرتا ہے۔ گویا جو حکم عام مسلمانوں کو دیا گیا تھا۔ اس سے بڑھ کر انہوں نے اس پر عمل کیا ؎

وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ؕ

اور یہ بات کہ تو کسی دن رات کو زیادہ جاگے۔ اور کسی دن کم۔ یہ ایسی بات نہیں ہے جس پر کوئی اعتراض کر سکے۔ اور کہے کیا کبھی خدا سے اخلاص زیادہ ہو جاتا ہے۔ کہ زیادہ جاگتے ہو۔ اور کبھی کم ہو جاتا ہے۔ کہ کم جاگتے ہو۔ رات اور دن کو کم یا زیادہ خدا کرتا ہے۔ اور جب خدا نے رات اور دن کو بڑا چھوٹا کرنے کا کام اپنے اختیار میں رکھا ہوا ہے۔ تو پھر انسان کو بھی بعض راتوں میں کم اور بعض میں زیادہ جاگنے کا موقعہ ملے گا ؎

چونکہ قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ کبھی زیادہ جاگنا اور کبھی کم۔ اخلاص کی کمی بیشی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ رات اور دن کی کمی بیشی خدا خود کرتا ہے۔ بندہ کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور جب بندہ کا اختیار نہیں ہے۔ تو پھر کبھی کم جاگنے اور کبھی زیادہ جاگنے کی ذمہ واری بھی اس پر عائد نہیں ہوتی ؎

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ
فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ

اس آیت کے متعلق لوگوں میں بہت کچھ اختلاف ہوا ہے۔ مفسرین اس کے معنے مختلف کرتے ہیں۔ جن کا ماحصل یہی نکلتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ چونکہ تم رات کا اندازہ نہیں کر سکو گے۔ کہ نصف گذری ہے یا اس سے زیادہ یا کم۔ اس لئے اکثر غلطی کر جاؤ گے۔ مگر اس غلطی پر ہم تمہیں پکڑیں گے نہیں۔ کیونکہ تم صحیح اندازہ لگا ہی نہیں سکتے ؎

مگر قرآن کریم تو ہر زمانہ کے متعلق ہے۔ اور اب گھڑیوں اور الارموں کے ذریعہ بالکل صحیح اندازے لگائے جا سکتے ہیں۔ انسان خوب اچھی طرح معلوم کر سکتا ہے۔ کہ فلاں رات وہ نصف رات جاگا یا نصف سے کم۔ یا نصف سے زیادہ۔ اس وجہ سے یہ درست نہیں ہے۔ کہ اندازہ نہ لگا سکنے کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے کہا ہے تمہیں گرفت نہ کی جائے گی ؎

پھر بعض نے کہا ہے۔ اندازے تو لگ سکتے ہیں۔ گو اس وقت گھڑیاں نہ تھیں۔ مگر ستاروں کے اندازہ سے نہایت خوبی کے ساتھ وقت معلوم کر لیا جاتا تھا اس لئے بھی یہ بات درست نہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم قیام الیل نہیں کر سکو گے۔ اس لئے تمہیں یہ حکم دیا جاتا ہے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط کہ اچھا ہم اس پہلے حکم کو منسوخ کرتے ہیں۔ اور اس کی بجائے یہ دیتے ہیں۔ کہ رات کو کچھ قرآن پڑھ لیا کرو ؎

یہ معنے کرنے والے کہتے ہیں :۔ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ کی آیت نے پہلی قُمِ الَّيْلَ والی آیت کو منسوخ کر دیا ہے لیکن ہم لوگ جو احمدی ہیں۔ نسخ قرآن کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک قرآن شروع سے لے کر اخیر تک سارے کا سارا جس طرح لکھا گیا ہے۔ اسی طرح قائم اور قابل عمل ہے۔ اور رسُول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جو قرآن لائے۔ اس کا کوئی حصہ منسوخ نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے۔ کوئی حصہ منسوخ ہو چکا ہے۔ تو اس طرح تو ہم مان لیں۔ کہ وہ حصہ قرآن میں نہیں۔ قرآن سے اسی وقت نکال دیا گیا ہوگا۔ مگر یہ بات ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ کہ کوئی حصہ قرآن میں موجود ہو۔ اور پھر منسوخ ہو چکا ہو۔ بے شک اس بحث میں پڑنے کے بغیر کہ ناسخ و منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ تسلیم کر لو۔ کہ منسوخ ہوا ہوگا۔ مگر جو کچھ منسوخ ہوا۔ وہ اس موجودہ قرآن میں نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگ یہ بحث لے بیٹھتے ہیں۔ کہ فلاں نے کہا ہے۔ یہ آیت فلاں آیت کی ناسخ ہے۔ اور فلاں حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن میں ناسخ منسوخ ہے۔ مگر یہ ایسی ہی مثال ہے۔ کہ ایک شخص جو پاس بیٹھا ہو۔ اس کے متعلق کوئی کہے۔ وہ فوت ہو گیا ہے۔ مشہور ہے ایک شخص اپنے گھر سے کسی دوسری جگہ چلا گیا۔ اس کی بیوی نے اُسے بُلانے کے لئے بہت کوشش کی۔ مگر وہ نہ آتا تھا۔ چونکہ وہ بے وقوف سا تھا۔ کسی نے اس کی بیوی کو بلانے کی یہ ترکیب بتائی۔ کہ تم اس کے پاس نائی بھیجو۔ اور نائی سے کہو۔ اسے جا کر کہے۔ تمہاری بیوی بیوہ ہو گئی ہے۔ اور تمہارے بچے یتیم رہ گئے ہیں۔ جلدی آؤ۔ اور آ کر بچوں کی خبر گیری کرو۔ نائی نے جا کر اسے اسی طرح کہا۔ یہ سُنکر وہ بے تحاشا رونے لگ گیا۔ جب اس سے پوچھا گیا۔ کہ کیوں روتے ہو۔ تو اس نے کہا۔ میری بیوی بیوہ ہو گئی ہے۔ اور بچے یتیم رہ گئے ہیں۔ اسے کہا گیا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ تم تو زندہ موجود ہو۔ وہ کہنے لگا۔ یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں۔ مگر کیا کروں گھر سے آیا ہے معتبر نائی۔ جس طرح وہ شخص زندہ ہوتا ہوا اس بحث میں پڑ گیا تھا۔ کہ اس کی بیوی بیوہ ہو گئی ہے۔ کیونکہ معتبر نائی نے اسے بتایا تھا۔ اسی طرح قرآن کریم کی آیتوں کو منسوخ کرنے والے بھی معتبر نائی کی بات پر یقین کر بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ جن آیتوں کو وہ منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں۔ جو قابل عمل نہ ہو۔ اور جس پر عمل نہ کیا جا سکے۔ اگر قرآن موجود نہ ہوتا۔ اور کہا جاتا۔ آج سے تیرہ سو سال قبل فلاں فلاں آیتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔ تو خیال کر لیتے۔ کہ ایسا ہو گیا ہوگا۔ مگر جب قرآن کریم موجود ہے۔ اور وہ آیتیں موجود ہیں۔ جن کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے۔ اور وہ قابل عمل بھی نظر آتی ہیں۔ تو پھر خود ہی سوچیں۔ ناسخ و منسوخ کی بحث فضول ہے یا نہیں ؎

غرض ناسخ و منسوخ کی بحث میں پڑنے والے بھی ایسے ہی ہیں۔ جیسے وہ شخص تھا۔ جس نے کہا تھا۔ گھر سے آیا ہے معتبر نائی۔ وہ قرآن کریم کی آیتوں کے مقابلہ میں ان حدیثوں کی طرف جاتے ہیں۔ جن کی قرآن کریم کے مقابلہ میں پھر کے پر جتنی بھی حقیقت نہیں ہے۔ مگر وہ یہ بات سمجھتے نہیں۔ ایک زمانہ کے لوگ تو ایسے تھے۔ جن کے ذہن اس طرف گئے ہی نہیں۔ کہ قرآن کی آیتوں میں ناسخ و منسوخ ماننے سے کس قدر قباحت پیش آتی ہے۔ اور اس وجہ سے ان کو غلطی لگ گئی۔ ان کو ہم کوئی الزام نہیں دیتے۔ وہ اپنی سمجھ کے لحاظ سے معذور تھے۔ مگر آج اس تفسیر کے ہوتے ہوئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے پیش کی ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ فلاں فلاں آیتیں منسوخ ہیں۔ وہ اسی شخص کی مانند ہیں جس نے اپنی بیوی کو بیوہ قرار دے لیا تھا ؎

پس یہ قطعاً غلط ہے۔ کہ اس آیت نے قم الیل والی آیت کو منسوخ کر دیا ہے۔ صاف بات ہے۔ کہ وہاں یاایھا المزمل قم الیل ہے یعنی صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مخاطب ہیں۔ مگر یہاں ان لن تحصوہ میں سارے مسلمان مخاطب ہیں۔ اور جو معنے قم الیل کے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے میں نے بیان کئے ہیں۔ ان کے لحاظ سے سارے مسلمان بھی مخاطب ہو کر اس کے عامل ہیں۔ کیونکہ کون مسلمان ہے۔ جو کچھ نہ کچھ حصہ رات کا ذکر الٰہی کے لئے نہیں جاگتا۔ اور جب ہر ایک مسلمان کچھ نہ کچھ حصہ جاگتا ہے۔ اور اس طرح اس پر عمل کر رہا ہے۔ تو پھر یہ منسوخ کس طرح ہو گئی۔ اس پر تو عمل ہو رہا ہے۔ لیکن اگر یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا۔ کہ صبح اور عشاء کی نمازیں بھی منسوخ ہو چکی ہیں۔ جو رات کے حصہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ بھی نہیں پڑھنی چاہئیں۔ مگر یہ تو منسوخ نہیں ہیں۔ اس لئے یہ آیت بھی منسوخ نہیں ہے ؎

پھر یہ کہنا کہ چونکہ رات کے وقت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اور وقت کی پابندی پورے طور پر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ کہا گیا ہے۔ کہ اچھا قم الیل کے حکم کو جانے دو۔ اس کی بجائے چند آیتیں پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ وقت کا اندازہ لگانے میں غلطی ہو جانے سے گناہ لازم نہیں آتا۔ جیسے رمضان میں اگر سحری کا اندازہ لگانے میں غلطی ہو جائے۔ تو اس سے انسان گنہگار نہیں ہوتا۔ ہاں چونکہ سورج ڈوبنے کا پتہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی اس بارے میں غلطی کرتا ہے۔ تو اس کا کفارہ اس کے لئے دینا ضروری ہوتا ہے۔ پس یہ کیا ہوا۔ کہ چونکہ تمہیں وقت کا اندازہ لگانے میں غلطی لگ سکتی ہے اس لئے چند آیتیں قرآن کریم کی پڑھ لیا کرو۔ وقت کی غلطی تو نمازوں کے اوقات میں بھی لگ سکتی ہے۔ پھر کیا اس وجہ سے نمازیں بھی معاف ہو سکتی ہیں۔ وقت کے اندازہ کے متعلق یہی ہوتا ہے۔ کہ اپنی طرف سے پوری احتیاط کرو پھر اگر غلطی لگ جاتی ہے۔ تو وہ قابل معافی ہے۔ پس یہ معنے بھی کسی طرح درست نہیں ہیں ؎

اصل میں تحصوہ میں ہ کی ضمیر خدا تعالیٰ کی طرف جاتی ہے۔ اور اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ تم اپنی عقل سے خدا کا اندازہ نہیں

لگا سکتے۔ اس لئے اس نے اپنا کلام اُتارا ہے۔ پس جس قدر ممکن ہو۔ قرآن پڑھ لیا کرو اس سے تمہیں خدا کی صفات اور اس کی حقیقت کا پتہ لگ جائے گا ؎

اس سورہ کی آیات میں صاف طور پر اس بات کا ذکر ہے۔ کہ تم خدا تعالیٰ سے ملنا چاہتے ہو۔ اس کے مقرب بننا چاہتے ہو۔ تمہاری فطرت میں اس بات کی تڑپ ہے کہ خدا کا قرب حاصل کرو۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ تم کو قیام اللیل کا حکم نہ دیا گیا تھا۔ صرف رسول کو دیا گیا تھا۔ مگر تم بھی اس میں اپنی خوشی سے شریک ہو گئے۔ تمہاری اس تڑپ کو دیکھ کر ہم نے یہ قرآن اتارا ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تم ہماری رہبری کے بغیر اصل حقیقت کو نہ جان سکتے تھے۔ اس لئے تم اس کلام کو پڑھو۔ یہ تمہاری تڑپ کو پورا کریگا ؎

پس اس آیت کے یہ معنی ہیں۔ کہ اللہ خوب جانتا تھا۔ کہ تم اس کا احاطہ نہیں کر سکتے یعنی اس کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ ان سے واقفیت حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے اس نے تم پر رحم کیا۔ اور تمہارے لئے قرآن اُتارا۔ پس تم سے جس قدر ہو سکے قرآن پڑھا کرو۔ تاکہ تمہیں خدا کی صفات کا صحیح علم حاصل ہو ؎

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

اب سوال ہو سکتا تھا۔ کہ جب قرآن کریم ایسی چیز ہے۔ کہ اس کے ذریعہ انسان خدا تعالیٰ کا عرفان حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس طرح وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا۔ تو پھر کیوں یہ حکم نہیں دیا گیا۔ کہ زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھا کرو۔ اس لئے فرمایا۔ ہم نے یہ حکم اس لئے نہیں دیا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ انسان کے ساتھ اور باتیں بھی لاحق ہیں۔ اور اگر کوئی اپنی زندگی دین کے لئے وقف کر دے۔ تو بھی وہ سارا وقت قرآن کے پڑھنے میں صرف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تم بیمار بھی ہوتے ہو۔ پھر کچھ اور لوگ ہیں۔ جو دنیاوی کاروبار کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ سے مراد دینی خدمات نہیں۔ بلکہ دنیاوی کاروبار ہیں۔ تو فرمایا۔ کچھ تم میں سے دنیا کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ پھر تلاوت کے علاوہ اور بھی نیکیاں ہیں۔ اور قرآن کریم کے احکام کی تلاوت ہی کافی نہیں۔ بلکہ ان احکام پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً جہاد ہے۔ اس میں کبھی دائیں طرف حملہ کرنے کا حکم دینا ہوتا ہے۔ کبھی بائیں طرف۔ کبھی جرأت اور دلیری پیدا کرنے کے لئے شعر پڑھنے ہوتے ہیں۔ کبھی نعرے لگانے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس وقت تلاوت کس طرح کی جا سکتی ہے۔ اس لئے فرمایا۔ ہم نے عام حکم دیدیا ہے کوئی خاص حکم نہیں دیتے۔ کہ اتنا ضرور پڑھ لیا کرو۔ ہاں کچھ نہ کچھ ضرور پڑھ لیا کرو۔ ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ اتنا پڑھو۔ کیونکہ تم بیمار بھی ہو جاتے ہو۔ دنیاوی کام بھی کرنے ہوتے ہیں۔ پھر اور دینی مشاغل بھی ہیں ؎

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ

پھر قرآن پڑھنے کے ساتھ ہی اس پر عمل بھی کرو۔ قرآن کریم کے احکام کے مطابق جو بدنی عبادتیں ہیں۔ وہ بجا لاؤ۔ اور پھر جو مالی عبادتیں ہیں۔ وہ ادا کرو۔ پھر خدا کے لئے ایک حصہ کاٹ دو۔ ہم تم سے سارا وقت نہیں مانگتے۔ سارا وقت تو بڑے سے بڑا نبی بھی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اسے کھانے پینے اور بیوی بچوں کے لئے بھی وقت دینا ہوتا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم تم سے سارا وقت نہیں مانگتے۔ بلکہ کچھ وقت کاٹ دو ؎

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۙ

کوئی کہے۔ جب خدا نے ہماری مرضی پر چھوڑا ہے۔ کہ جتنا چاہیں کریں۔ تو ہم تھوڑے سے تھوڑا کریں گے۔ فرمایا یہ بھی غلطی ہو گی۔ کیوں اس لئے کہ جو کچھ تم کرو گے اس کا فائدہ تمہیں ہی ملیگا۔ شریعت چٹی نہیں۔ کہ تھوڑی سے تھوڑی پر عمل کرو۔ شریعت تمہاری ترقی کے لئے آئی ہے۔ اس لئے جو آگے بھلائی سے بھیجو گے۔ وہ خدا کے پاس پاؤ گے ؎

هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ

اس حالت میں کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ حالت میں ہو گا۔ اور اس کے نتائج بہت اعلیٰ نکلیں گے۔ خَيْرًا میں کیفیت بتائی ہے۔ اور اَعْظَمَ اَجْرًا میں کمیت بتائی۔ کہ بہت زیادہ ملے گا۔ اور اعلیٰ درجہ کا ملے گا ؎

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع

جب انسان کو کسی بات کی اجازت مل جاتی ہے۔ اور اس کی مرضی پر بات چھوڑی جاتی ہے۔ تو وہ عام طور پر سستی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ یہ سب باتیں کرنے کے ساتھ استغفار بھی کرتے رہو۔ تاکہ شیطان سستی کی طرف تمہاری طبیعت کو مائل نہ کرے۔ اور یاد رکھو کہ خدا بڑا معاف کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے ؎

سُورۃ المدّثر رکوع اوّل

(۲۶ راپریل ۱۹۲۸ء)

یہ سورۃ بھی نہایت ہی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ اور مضمون کی ترتیب کے لحاظ سے سُورۃ المزمّل کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کہو میں اللہ کا نام لیکر شروع کرتا ہوں - جو بے انتہا کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے ٭

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝

مدثر دثر سے ہے - اور اس کے معنی ہیں - جو دثار پہنے ہوئے ہو - دثار اس کپڑے کو کہتے ہیں - جو شعار پر پہنا جاتا ہے - (۲) لحاف کو بھی کہتے ہیں - عربوں میں رواج تھا - جیسا کہ یورپین لوگوں کا بھی خیال ہے - کہ جسم کے ساتھ مس کرنے والا کپڑا گرم پہننا چاہیئے - عرب بھی بعض قسم کے اونی کپڑے جسم کے ساتھ رکھتے تھے - اس وجہ سے بھی اور پھر اس وجہ سے بھی کہ جسم پر بال ہوتے ہیں - اس لئے جو کپڑا جسم کے ساتھ مس کرے - اسے شعار کہتے ہیں - یورپین لوگوں کا خیال ہے - کہ اونی کپڑا جسم کے ساتھ رہنا چاہیئے - اس سے فائدہ رہتا ہے - کیونکہ وہ پسینہ چوس لیتا ہے - اور ہوا لگ کر نمونیہ وغیرہ نہیں ہوتا - مگر ہمارے ملک میں جسم کے ساتھ مس کرنے والا سرد کپڑا مفید سمجھا جاتا ہے - اور جو لوگ گرم بنیان پہننے کی ضرورت سمجھتے ہیں - وہ بھی اس کے نیچے باریک سرد کپڑا پہنتے ہیں ٭

غرض دثار وہ کپڑا ہے - جو دوسرے کپڑوں کے اوپر پہنا جائے یا لحاف کو کہتے ہیں - رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالےٰ فرماتا ہے :- يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ - اے وہ جو دثار پہننے والا ہے - اس کے یہ معنے نہیں ہیں - کہ اے وہ جو کوٹ پہنتا یا لحاف اوڑھتا ہے - جیسا کہ بعض مفسرین نے اس کے یہ معنے کئے ہیں - اور بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی - تو آپ پر لحاف ڈال دیا جاتا مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے - جس کی طرف قرآن کریم میں اشارہ کیا جاتا سوائے اس کے کہ اس سے اس طرف اشارہ ہو - کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی - تو آپ رسالت کی ذمہ واریوں کو دیکھ کر گھبرا جاتے - اس گھبراہٹ کے وقت آپ کو سردی لگنے لگتی - اور آپ پر کپڑا ڈالا جاتا - ورنہ یونہی اس کے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا - یہ کہنا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سردی لگنے کی وجہ سے یہ الفاظ استعمال کئے گئے - یہ درست نہیں ہے ٭

میرے نزدیک دثار کے معنے لحاف کے ہیں - اور لحاف انسان کی حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے - جس طرح اس سے پہلی سورۃ میں خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مزمل کہہ کر قرآن کریم کو پیش کیا تھا کہ یہ لوگوں کو تیرے ہاتھ پر جمع کرنے کا سامان کیا گیا ہے - اسی طرح یہاں یہ بتایا ہے - کہ دنیا کی حفاظت کا سامان تجھے دیا گیا ہے - پس یایھا المدثر کے یہ معنے ہوئے - کہ اے دنیا کی حفاظت کرنے والے - دثار ایسے کپڑوں کو کہتے ہیں - جو خاص موقعوں پر پہنے جاتے ہیں - یعنی جب سخت سردی ہو - بارش ہو - تو ایسے کپڑے پہنے جاتے ہیں تاکہ سردی سے جسم کی حفاظت ہو - پس دثار حفاظت پر دلالت کرتا ہے - اور انذار بھی حفاظت سے تعلق رکھتا ہے - کیونکہ اس کے معنی ہیں - جو تباہی آنے والی ہے - اس سے بچ جاؤ - رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدا تعالیٰ نے دو کام رکھے ہیں - ایک یہ کہ لوگوں کو ایک مقام پر جمع کرنا - اور دوسرا یہ کہ لوگوں کی حفاظت کرنا اور فتنہ سے بچانا جمع کرنے اور تعلیم دینے کا کام خدا تعالیٰ نے مزمل میں بیان کیا اور حفاظت کرنے کا کام مدثر میں بیان کیا ہے - چنانچہ فرماتا ہے - یایھا المدثر قم فانذر - اے مدثر اٹھ اور دنیا کو ڈرا - پھر اس آیت کے یہ معنے بھی کئے جاسکتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے علیحدہ رہنا چاہتے تھے - جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے متعلق لکھتے ہیں - (مفہوم) کہ میں گوشہ تنہائی میں بیٹھا تھا - اور چاہتا تھا کہ اسی طرح بیٹھا رہوں - مگر خدا تعالےٰ نے مجھے مجبور کرکے دنیا میں کھڑا کر دیا ٭

پس اس آیت سے مراد یہ ہے - کہ اے وہ جو گوشہ تنہائی میں بیٹھا تھا - اس گوشے سے نکل - اب وقت نہیں ہے کہ تو لحاف اوڑھے رہے - یعنی علیحدہ بیٹھا رہے - تو مدثر کے معنے لحاف اوڑھنے والے کے ہونگے - مگر مجازی معنے یہ لئے جائیں گے - کہ گوشہ تنہائی میں رہنے والا ٭

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝

اور اپنے رب کے معاملہ میں یہ کر - کہ اس کی بزرگی اور بڑائی دنیا کے سامنے پیش کر کہو اس کے برابر اور کوئی نہیں ہے -

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝

اور اپنے کپڑوں کو ہر قسم کی آلایش سے پاک کر ٭

اس کے یہ معنے بھی ہیں - کہ مومن کا فرض ہے - ظاہری صفائی کا بھی خیال رکھے کیونکہ تطہیر کو خدا تعالیٰ پسند کرتا ہے - اس لحاظ سے اس کے یہ معنے ہونگے - کہ اپنے جسم اور اپنے کپڑوں کو صاف رکھو - کیونکہ ظاہری صفائی کا اثر انسان کے قلب پر پڑتا ہے - مگر اس کے یہ بھی معنے ہیں - کہ دل کو پاک وصاف بناؤ - دنیا میں تباہی اور عذاب آنے والا ہے - تو گوشہ تنہائی سے اٹھ اور خدا کی کبریائی بیان کر - اور اپنے قلب کو پاکیزہ بنا - تاکہ تو دنیا کو انذار کرسکے - اور تیرے انذار کا اثر ہو - کیونکہ انذار کا اثر اس وقت تک نہیں ہوسکتا - جب تک انذار کرنیوالے کا اپنا قلب پاک نہ ہو ٭

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝

اور رجز سے بچ ٭

رجز کے معنے بتوں کی عبادت کے بھی ہیں (۲) وہ عمل جس کا نتیجہ خراب ہو (۳) دکھ تکلیف (۴) وساوس اور گندے خیالات - پس اس آیت کے یہ معنی ہونگے - اگر ظاہری صفائی مراد لیں - کہ ہر قسم کی گندگی سے پاک رہ - اور اگر باطنی صفائی مراد لیں تو یہ معنی ہونگے کہ ہر قسم کے شرک سے اپنے آپ کو پاک رکھ - ایسے اعمال سے پاک رکھ - جو آخر میں دکھ اور تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں - کیونکہ خدا کے عذاب سے بچنا چاہیئے - اور ہر قسم کے وساوس سے دور رہ - مومن کو اپنے اعمال کی بنیاد یقین پر رکھنی چاہیئے کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رکھنا چاہیئے -

پھر اس کے یہ بھی معنے ہیں کہ لوگوں کو انذار کر - اور یہ خیال نہ دل میں لا کہ لوگوں کو وسوسے پیدا ہونگے - ان کو چھوڑ دے - ان کا ازالہ میں خود کروں گا ٭

وصیتیں

نمبر ۲۸۲۷۔ میں مہردین ولد عمر بخش حجام پیشہ مزدوری عمر ۵۲ سال بیعت ۱۹۰۵ء ساکن چونڈہ ضلع سیالکوٹ۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔ (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ مکان خام قیمتی ۔/۱۰۰۔ مکان پختہ قیمتی ۔/۱۳۰۰۔ رہن لیا ہوا مکان مالیتی ۔/۴۵۰۔ اراضی موروث ۲ کنال ۵ مرلہ قیمتی ۔/۱۵۰۔ برتن قیمتی ۔/۵۰۔ اراضی رہن لی ہوئی ۔/۱۵۰۔ کل جائداد مالیتی ۔/۲۲۰۰ روپیہ واقعہ قصبہ چونڈہ۔ میرا گذارہ آمد پر ہے۔ میں تا زیست اس کا بھی ماہوار ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ ۱۸۔ اپریل ۱۹۲۸ء العبد مہردین ولد عمر بخش حجام موصی۔ گواہ شد الف دین سکرٹری وصایا چونڈہ۔ گواہ شد محمد علی سکرٹری مال چونڈہ۔ گواہ شد چوہدری ...

نمبر ۲۸۲۷۔ میں محمود احمد ولد میاں نبی بخش سید ساکن محلہ نوالی۔ ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت کوئی جائداد میری نہیں ہے۔ ماہوار آمد ۔/۲۵ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ۱۸-۴-۲۸ العبد سید محمود احمد حال وارد کاٹھ گڑھ بقلم خود گواہ شد احمد علی ولد اباداں خان راجپوت ساکن کاٹھ گڑھ بقلم خود۔ گواہ شد دولت خان ولد ملید خان راجپوت ساکن کاٹھ گڑھ بقلم خود

نمبر ۲۶۴۷۔ میں ابوالہاشم خان چوہدری ولد مولوی عبد الرحیم خان چوہدری قوم پٹھان عمر ۵۰ سال ساکن سکھم ناٹور ضلع راجشاہی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۱-۴-۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرا پراویڈنٹ فنڈ قریباً ۵۰۰۰ روپیہ ہے۔ میری ماہوار آمد ۴۲۲ روپیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ بوقت وفات میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط۔ العبد موصی ابوالہاشم خان چوہدری گواہ شد عبد القدیر ولد عبد اللہ سنوری۔ قادیان۔ گواہ شد مبارک علی ہیڈ ماسٹر بوگرا۔ ۲۹-۴-۲۸

دیو کٹتا ہے۔ تو ہزاروں پیدا ہو جاتے ہیں۔ تم میں سے اگر ایک مارا جائیگا۔ تو اس کی بجائے ہزاروں اس کے خون کے قطروں سے پیدا ہو جائیں گے۔

میں نے اس امر کے متعلق خدا تعالےٰ کی طرف سے بڑی بڑی عجیب باتیں مشاہدہ کی ہیں۔ اور ایسے ایسے امور مشاہدہ کئے ہیں۔ کہ جن کو خاص آنکھیں ہی دیکھ سکتی ہیں۔ مگر یہ میری کسی فضیلت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس مقام کی عزت کی وجہ سے میرے مشاہدہ میں آئے ہیں۔ جس پر مجھے خدا تعالےٰ نے کھڑا کیا ہے۔

بعض لوگ میری ذات کے ساتھ خصوصیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے میں صاف طور پر سنائے دیتا ہوں۔ کہ محض کسی کی ذات سے تعلق رکھنے والے عموماً ٹھوکر کھایا کرتے ہیں۔ میرے خیال میں تو انبیاء کی صفات بھی ان کے درجہ اور عہدہ کے لحاظ سے ہی ہوتی ہیں۔ نہ کہ ان کی ذات کے لحاظ سے۔ پس تمہیں درجہ کی قدر کرنی چاہیئے۔ کسی کی ذات کو نہ دیکھنا چاہیئے۔

میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک شخص خلافت پر اعتراض کرتا ہے۔ میں اسے کہتا ہوں۔ اگر تم سچے اعتراض تلاش کر کے بھی میری ذات پر کرو گے۔ تو خدا کی تم پر لعنت ہوگی۔ اور تم تباہ ہو جاؤ گے۔ کیونکہ جس درجہ پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ اس کے متعلق وہ غیرت رکھتا ہے۔

دراصل اس مقام کی عزت کے لئے خدا تعالےٰ اس کے مخالفین کو تباہ کر دیتا ہے۔ دیکھو پہلے خلفاء پر لعنت کرنے والے خود کس طرح لعنتوں کے نیچے آ گئے۔ تم میں سے بھی اگر کوئی خلافت کی مخالفت کرے گا۔ تو پکڑا جائے گا۔ انہی کو دیکھ لو۔ جو سلسلہ سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے پہلے خلافت کا انکار کیا۔ اور اس کے بعد اور مسائل نکالے اور آخر حضرت مسیح موعودؑ کے درجہ کا بھی انکار کر دیا۔ جھگڑے اور اختلاف کے طور پر پہلا سوال خلافت کا ہی اٹھا ہے۔ مگر اس کی مخالفت کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جنہوں نے صفحے کے صفحے حضرت مسیح موعودؑ کی تائید میں لکھے تھے۔ جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب۔ انہوں نے مسیح موعودؑ کو نبی قرار دیتے ہوئے ایسے القاب دئیے۔ جو خود بھی مسیح موعود نے اپنے متعلق نہیں لکھے۔ مگر خلافت کا انکار کرنے کے بعد انہوں نے ہی کہا۔ کہ اگر مرزا صاحب کی تحریروں سے ان کا نبوت کا دعوےٰ نکل آئے۔ تو ہم انہیں چھوڑ دینگے۔ اور عملی طور پر تو انہوں نے چھوڑ ہی دیا ہے۔ یہی حال ان کے ساتھیوں کا ہے۔ یہ سب لوگ خلافت کا انکار کرنے کی وجہ سے جماعت سے نکل گئے۔ آئندہ بھی اگر کوئی ایسا کریگا۔ تو نکل جائیگا۔ اور مسیح موعودؑ کے سلسلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہیگا۔"

الفضل کا "خاتم النبیین نمبر"

مضامین کی فہرست

اس وقت تک جو مضامین موصول ہو چکے ہیں۔ ان کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے جس میں ابھی کئی ایک اہم اور قیمتی مضامین کے اضافہ کی توقع ہے۔

خواتین کے مضامین

انشاء اللہ کئی اعلیٰ پایہ کی نظمیں بھی ہونگی۔ اعلان کردہ حجم سے قریباً دوگنا حجم ہوگا۔ اور قیمت صرف ۴ر احباب اس بے نظیر پرچہ کی

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا